خطبات

مولانا نعیم الدین

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم

استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک   مدیر صُفّہ ٹرسٹ موہنی روڈ لاہور

مکتبہ قاسمیہ

خطبات

مولانا نعیم الدین

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

۱

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک
و مُدیر صُفّہ ٹرسٹ موہنی روڈ لاہور

صُفّہ ٹرسٹ لاہور
3 محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور
PH:+ 92 42 37 11 24 92

سلسلۂ اشاعت نمبر 28

نام کتاب: .... خطبات مولانا نعیم الدین

افادات: .... حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم

نظرِ ثانی: .... حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم

ترتیب: .... مولانا محمد عابد، ناظم صفہ ٹرسٹ، لاہور

طبع اوّل: .... ۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ/ ۵؍اگست ۲۰۱۳ء بروز پیر

باہتمام: .... صفہ ٹرسٹ ۳؍محمود سٹریٹ، موہنی روڈ، لاہور

☆ ملنے کے پتے ☆

مکتبہ قاسمیہ ۱۷؍اَلفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

مکتبہ رشیدیہ نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی

مکتبہ سلطانِ عالمگیرؒ ۵؍لوئر مال، اُردو بازار، لاہور

مجلس یادگارِ شیخ الاسلامؒ پاکستان، ۳؍محمود سٹریٹ موہنی روڈ، لاہور

ناشرانِ خاوران، ۳؍محمود سٹریٹ موہنی روڈ، لاہور

حمیدہ سراج میموریل فری ڈسپنسری، ۲۷؍سانده روڈ، لاہور

اَلحبیب ہومیو پیتھک کلینک نزد چوک اَرائیں بلڈنگ موہنی روڈ، لاہور

ادارہ فاطمیہ، ۴۳؍اے، سانده روڈ، لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

شمار	عنوان	صفحہ
۱	حرفِ آغاز	۱۱
۲	شکر اور فکر	۱۳
۳	شکر کے فوائد	۱۷
۴	پہلی چیز	۱۸
۵	دوسری چیز	۱۸
۶	تیسری چیز	۱۸
۷	چوتھی چیز	۱۸
۸	پانچویں چیز	۱۸
۹	جسے چار چیزیں مل گئیں	۱۹
۱۰	ذکر اور شکر کا آپس میں تعلق ہے	۲۲
۱۱	ہماری ناشکری کی حالت	۲۶
۱۲	حضرت لقمان حکیم کا واقعہ	۲۸
۱۳	اللہ تعالیٰ سے شکر کی توفیق مانگتے رہنا چاہیے	۳۱
۱۴	حضور علیہ السلام کثرت سے اللہ کا شکر کرتے تھے	۳۲

۱۵	پتھر کے رونے کا عجیب واقعہ	۳۴
۱۶	مؤمن کی ہر حالت عجیب ہے	۳۷
۱۷	جس میں دو خصلتیں ہوں گی وہ شاکر وصابر شمار ہوگا	۳۸
۱۸	حضرت ابوقلابہؒ کا شکر	۴۰
۱۹	حضرت عروہ بن زبیرؓ کا صبر وشکر	۴۳
۲۰	بمصیبتے گرفتارم نہ بمعصیتے	۴۴
۲۱	شکر گزاروں کے لیے عظیم بشارت	۴۵
۲۲	شکر کسے کہتے ہیں؟	۴۶
۲۳	دوسری بات (فکر)	۴۸
۲۴	صحابۂ کرام کی شان	۴۹
۲۵	قبولیتِ اَعمال کا علم نہ ہونے میں حکمت ہے	۴۹
۲۶	حضرت عامر بن عبداللہؒ کا واقعہ	۵۰
۲۷	حضرت یحییٰ بن اکثمؒ کا واقعہ	۵۱
۲۸	فکر کا فائدہ	۵۸
۲۹	اِخلاص اور اِتباع	۶۱
۳۰	اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کرتے رہنا چاہیے	۶۴
۳۱	قبولیت کے بغیر عمل بے کار ہے	۶۵
۳۲	اَعمال کے قبول ہونے کی دو شرطیں ہیں	۶۶

۳۳	اخلاص	۶۹
۳۴	اخلاص کی برکات	۷۲
۳۵	حضرت علیؓ کا واقعہ	۷۵
۳۶	شیخ ابوالحسین نوریؒ کا اخلاص	۷۶
۳۷	حضرت خواجہ قطب الدین منورؒ کی حق گوئی و بے باکی	۷۸
۳۸	اخلاص کی برکت سے بغداد کا مدرسہ نظامیہ بچ گیا	۸۶
۳۹	میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا	۸۹
۴۰	میں نے مسلمانی ایک بوڑھی عورت سے اور جواں مردی ایک سقے سے سیکھی	۹۲
۴۱	ریاکاری کی نحوست	۹۶
۴۲	اخلاص کسے کہتے ہیں؟	۱۰۴
۴۳	اتباع سنت	۱۰۵
۴۴	ایک سوال کا جواب	۱۰۸
۴۵	اتباع سنت پر جنت کی بشارت	۱۱۰
۴۶	اتباع سنت پر جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہوگی	۱۱۱
۴۷	حضور ﷺ سے محبت کی نشانی؟	۱۱۱
۴۸	اتباع سنت پر سو شہیدوں کا اجر	۱۱۲
۴۹	حضرت عمرؓ اور اتباع سنت	۱۱۵

۵۰	حضرت ابن عمرؓ اور اتباع سنت	۱۱۶
۵۱	حضرت عثمان غنیؓ اور اتباع سنت	۱۱۹
۵۲	حضرت حذیفہؓ اور اتباع سنت	۱۲۱
۵۳	حضرت ابوذر غفاریؓ اور اتباع سنت	۱۲۳
۵۴	اتباع ہو تو ایسی	۱۲۴
۵۵	حضرت معاویہؓ کا واقعہ	۱۲۷
۵۶	خلاصۃ القرآن	۱۳۳
۵۷	حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ	۱۳۵
۵۸	حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ارشاد	۱۳۷
۵۹	قرآن کا خلاصہ تین چیزیں ہیں	۱۳۸
۶۰	پہلی چیز	۱۳۸
۶۱	دوسری چیز	۱۴۱
۶۲	اتباعِ سُنت	۱۴۱
۶۳	اتباع سنت کی اہمیت	۱۴۱
۶۴	اتباع سنت پر جنت کی بشارت	۱۴۴
۶۵	اتباع سنت پر جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہوگی	۱۴۵
۶۶	اتباع سنت پر سو شہیدوں کا اجر	۱۴۶
۶۷	حضرت مجدد الف ثانیؒ کا واقعہ	۱۴۸

۶۸	تیسری چیز	۱۵۱
۶۹	حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور خدمت خلق	۱۵۲
۷۰	اللہ سے تجارت کیجیے	۱۵۵
۷۱	تین کام کرنے والے اللہ سے تجارت کر رہے ہیں	۱۵۹
۷۲	تین عملوں کے تجارت ہونے کی وجہ	۱۵۹
۷۳	پہلی چیز تلاوت قرآن	۱۶۰
۷۴	تلاوت قرآن پر کیا ملے گا؟	۱۶۱
۷۵	ہر حرف پر دس نیکیاں	۱۶۱
۷۶	قرآن پاک کے حروف کی تعداد؟	۱۶۱
۷۷	تلاوت قرآن پر شفاعت کا حق	۱۶۲
۷۸	تلاوت قرآن پر شفایابی	۱۶۳
۷۹	بیماریاں دو قسم کی ہوتی ہیں روحانی و جسمانی	۱۶۴
۸۰	خطرناک بیماری دل کی ہے؟	۱۶۴
۸۱	دل کی بیماریاں؟	۱۶۵
۸۲	دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے	۱۶۶
۸۳	سلوک الی اللہ میں تلاوت قرآن کا دخل	۱۶۸
۸۴	حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ	۱۶۸
۸۵	صوفیاء پر بہتان	۱۶۸

۸۶	حضرت امیر خسروؒ	۱۶۹
۸۷	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ	۱۶۹
۸۸	حضرت بابا فرید گنج شکرؒ	۱۷۰
۸۹	ہمارے بزرگوں کی تلاوت قرآن کا حال	۱۷۲
۹۰	حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی چاہت	۱۷۲
۹۱	انسان اُنس سے بنا ہے	۱۷۴
۹۲	حضرت لقمان حکیمؒ کا ذکر	۱۷۵
۹۳	حضرت لقمانؒ کا ایک واقعہ	۱۷۶
۹۴	سورۃ الفاتحہ سورۃ الشفاء ہے	۱۷۷
۹۵	ایک صحابی کا واقعہ	۱۷۸
۹۶	سورۂ الم نشرح کی تاثیر	۱۷۹
۹۷	تلاوت کی برکت سے عذاب قبر سے نجات	۱۸۰
۹۸	حضرت عثمانؓ کا واقعہ	۱۸۰
۹۹	تلاوت قرآن کی برکت سے معاشی مسائل کا حل	۱۸۲
۱۰۰	سورۂ واقعہ کی فضیلت	۱۸۳
۱۰۱	دوسری چیز اقامتِ صلوٰۃ	۱۸۴
۱۰۲	دن ورات میں پانچ نمازیں پڑھ لینے پر جنت کا وعدہ	۱۸۴
۱۰۳	نماز حضور ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے	۱۸۵

۱۰۴	نماز مومن کی معراج ہے	۱۸۵
۱۰۵	حضرت ثابت بُنانیؒ کی نماز	۱۸۷
۱۰۶	حضرت مجدد صاحبؒ کے خلیفہ کی آہ	۱۸۷
۱۰۷	حضرت حاجی صاحبؒ کی چاہت	۱۸۷
۱۰۸	تیسری چیز انفاق فی سبیل اللہ	۱۸۸
۱۰۹	عبادتیں دو طرح کی ہیں	۱۸۹
۱۱۰	زکوٰۃ سے اموال کی حفاظت ہوتی ہے	۱۸۹
۱۱۱	صدقہ بیماریوں کی دوا ہے	۱۸۹
۱۱۲	سب سے زیادہ سخت چیز؟	۱۹۱
۱۱۳	صدقہ کسے کہتے ہیں؟	۱۹۴
۱۱۴	کالا بکرا کہاں سے چلا؟	۱۹۶
۱۱۵	تصنیفات وتالیفات حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم	۲۰۲

حرفِ آغاز

وعظ وتقریر اور خطبہ وبیان پر قدرت ہونا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، کیونکہ اِس کے سبب واعظ ومقرر دوسروں کی ہدایت کا ذریعہ بنتا ہے، بے شمار لوگ وعظ وتقریر کو سن کر اپنی اِصلاح کر لیتے ہیں، بدی کو چھوڑ کر نیکی کی راہ پر لگ جاتے ہیں اور بہت سے خوش نصیب حضرات اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کی فکر بھی کرنے لگتے ہیں اور یوں رشد وہدایت کا یہ سلسلہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

ناچیز راقم الحروف پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کی اُس نے محض اپنے فضل وکرم سے احقر کو تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ تقریر وبیان کی توفیق بھی دے رکھی ہے، موقع بہ موقع بیانات کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

ہمارے رفیقِ کار مولانا محمد عابد سلمہٗ نے ناچیز کے بہت سے بیانات ریکارڈ بھی کیے ہیں جن میں سے بعض بیانات کو اُنہوں نے صُفّہ ٹرسٹ، لاہور کے شعبہ نشر واشاعت کی طرف سے شائع کر کے تقسیم بھی فرمایا ہے۔

یہ بیانات عرصہ سے نایاب تھے ارادہ ہوا کہ اِنہیں یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ سب کے پاس یہ بیانات اجتماعی شکل میں پہنچ جائیں، چنانچہ سرِدست چار بیانات (شکر اور فکر، اِخلاص اور اِتباع، خلاصۃ القرآن، اللہ سے تجارت کیجیے) نظر ثانی اور ترمیم و اضافہ کے ساتھ ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں، یوں سمجھ لیجیے کہ یہ اس سلسلہ کی خِشتِ اوّل ہے انشاء اللہ جلد ہی دوسرے بیانات بھی حسبِ موقع شائع کیے جاتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کی وہ اپنی جناب میں ہماری اِس حقیر سی کاوش کو قبول و منظور فرمائے اور جن حضرات نے اِن کی اِشاعت میں جس طرح بھی حصہ لیا اِنہیں اِس کا اجرِ عظیم مرحمت فرمائے۔

آمین بحرمة سيد المرسلين وآلہٖ واَصحابہٖ اَجمعين

اَخو کم فی اللّٰہ

نعیم الدین

۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ

شُکر اور فکر

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک
و مُدیر صُفّہ ٹرسٹ موہنی روڈ لاہور

صُفّہ ٹرسٹ لاہور
3 محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور
PH:7112492

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم نے بمبئی زری فیکٹری موہنی روڈ لاہور میں ۲۷رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ/۳۱ مارچ ۱۹۹۲ء کوتراویح میں اپنے قرآنِ پاک کی تکمیل کے موقع پر تقریباً دوسو اَفراد کی موجودگی میں وعظ فرمایا تھا، اِس مضمون کی اِفادیت کے پیشِ نظر" صفہ ٹرسٹ "کے شعبہ نشر واشاعت نے رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ/جنوری ۲۰۰۰ء میں اِسے شائع کیا تھا، جلد ہی یہ رسالہ ختم ہوگیا بعد میں راقم الحروف نے حضرت مولانا مدظلہم سے گزارش کی کہ آپ اِس رسالہ پر نظر ثانی فرمالیں، حضرت مولانا مدظلہم نے بکمال شفقت نظرِ ثانی فرمائی اور مفید اضافے بھی فرمائے، رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ/ اکتوبر ۲۰۰۷ء میں یہ رسالہ دوبارہ شائع کیا گیا تو قارئین نے بہت پسند کیا، اس لیے اب ۲۷رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ/۵راگست ۲۰۱۳ء میں اس رسالہ کو" خطبات مولانا نعیم الدین" کی پہلی جلد کا حصہ بنایا جارہا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَن یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَن یُّضْلِلْہُ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلا نَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ با للّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ، وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ، صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَنَا الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَ نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَ الشَّاکِرِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَنَا مُحَمَّد نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی عَدَدَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی

معزز حاضرین! محترم سامعین! سب سے پہلے تو ہم اللہ کی بارگاہ میں شکر ادا کرتے ہیں کہ اُس نے ہمیں قرآن مجید پڑھنے کی اور سننے کی توفیق دی اور اسی کے ساتھ یہ عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ جیسا بھی پڑھا گیا اور جس طرح بھی سنا گیا محض اپنے فضل و کرم سے اُسے قبول بھی فرما لے اور جس اجر و ثواب کا تو نے وعدہ کیا ہے ہم مستحق تو نہیں ہیں محض اپنے فضل و کرم سے وہ اجر و ثواب ہمیں عطا فرما دے۔

حاضرین محترم! اس وقت میں نے بہت ہی مختصر انداز میں آپ کے سامنے دو باتیں عرض کرنی ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ دو باتیں میں نے پہلے بھی بیان کی ہوں اور آج یہ آپ کے سامنے دوبارہ آ رہی ہوں' وہ دو باتیں یہ ہیں کہ جس وقت بھی ہم کوئی عمل پورا کریں بالخصوص کوئی بھی نیک عمل تو ہمیں دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیے ایک تو یہ کہ اُس عمل کے کرنے پر خدا کا شکر ادا کریں کہ یا اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے اس عمل کے کرنے کی توفیق دی اگر آپ توفیق نہ دیتے تو معلوم نہیں کہ ہم سے یہ عمل ہوتا یا نہ ہوتا' چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں اپنے سامنے کہ دسیوں نہیں بیسیوں نہیں سینکڑوں نہیں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگ باوجود رمضان کی مقدس ساعتوں کے ہونے کے عبادات سے محروم ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ اللہ کی طرف سے توفیق نہیں' تو ہم نے ایک عمل کیا تو اس عمل پر ہم اللہ کا شکر ادا کریں کہ یا اللہ آپ نے توفیق دی کہ ہم سے یہ عمل ہوا، اگر آپ توفیق نہ دیتے تو ہمارے بس میں نہیں تھا کہ ہم یہ عمل کرتے' یہی وجہ ہے کہ آپ سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں اور سورۂ فاتحہ میں اللہ کے حضور میں یہ عرض کرتے ہیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں' یہ ایک دعوے کی سی صورت ہے کہ اللہ میاں ہم آپ کے عبادت گزار ہیں آپ کی عبادت کرتے ہیں آپ کی بندگی کرتے ہیں' آپ کے حضور میں سربسجود ہوتے ہیں یہ ایک دعوے کی سی صورت ہے۔ دعویٰ انسان کا اچھا نہیں ہے کسی بھی چیز میں' اس لیے ساتھ ہی اللہ نے اگلا جملہ بھی بڑھا دیا کہ ساتھ ہی دعاء میں یہ بھی کہو کہ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اے اللہ اس عبادت کے کرنے پر ہم آپ سے مدد بھی چاہتے ہیں گویا یہ عبادت جس کے ہم دعوے دار بن رہے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں یہ ہماری اپنی

ذات کی طرف سے نہیں ہے یہ آپ کی دی ہوئی توفیق سے ہی ہے اور مزید بھی ہم آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں کہ جو عبادت بھی ہم کریں آپ اس میں ہماری مدد فرمائیں۔ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ آپ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں آپ کی مدد ہوگی تو عبادت کرسکیں گے آپ کی مدد نہیں ہوگی تو عبادت بھی ہم نہیں کرسکیں گے ،تو جب بھی ہم کوئی عمل کریں تو سب سے پہلے اللہ کا شکر کریں کہ اے اللہ آپ نے توفیق دی تو آپ کا شکر ہے کہ ہم نے یہ عمل کر لیا۔ متعدد اَحادیثِ مبارکہ سے جو ہم ابھی بیان کریں گے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عمل کے کرنے پر اللہ کا شکر ادا کرنا مستحسن ہے اور اس کے بڑے فائدے ہیں

شکر کے فوائد

شکر ادا کرنے کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ آپ کی کی ہوئی عبادت اللہ کے حضور میں قبول و منظور ہوگی کیونکہ اللہ کو شکر بڑا پسند ہے دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ کی طرف سے عبادت کی مزید توفیق ملے گی چنانچہ اللہ تعالی خود فرماتے ہیں لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اگر تم شکر کرو گے تو ہم تمہیں وہ نعمت مزید دیں گے، کسی عبادت کے کرنے پر ہم نے اللہ کا شکر ادا کرلیا تو انشاء اللہ اللہ کی بارگاہ میں وہ عبادت قبول ہوکر مزید توفیق ملنے کا سبب بنے گی۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے ایک عجیب بات تحریر فرمائی ہے وہ بھی سنتے چلیں۔ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے استثنائی صورت اختیار فرمائی ہے یعنی انہیں ذکر کرتے وقت یہ قید لگا دی ہے کہ یہ چیزیں ان کی مرضی پر موقوف ہوں گی اگر دینا چاہیں گے تو دے دیں گے نہیں چاہیں گے تو نہیں دیں گے۔ پھر یہ بھی ان کی مرضی ہے کہ جسے دینا

چاہیں گے دیں گے جسے نہیں دینا چاہیں گے نہیں دیں گے۔

پہلی چیز اِغْنَاء ہے جس کے معنٰی غنی کرنے اور مالدار کرنے کے ہیں۔ فرمایا: فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اِنْ شَاءَ تو آئندہ غنی کر دے گا تم کو اپنے فضل سے اگر وہ چاہے گا۔

دوسری چیز اِجَابَۃُ ہے جس کے معنٰی قبولیت اور ماننے کے ہیں۔ فرمایا فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ پھر وہ دور کر دیتا ہے اس مصیبت کو جس کے لیے اس کو پکارتے ہو اگر چاہتا ہے۔ مصیبت کا دور ہونا قبولیتِ دعاء پر موقوف اور قبولیتِ دعاء اللہ کی مرضی پر موقوف، چاہیں تو قبول کریں نہ چاہیں تو نہ کریں۔

تیسری چیز رِزْق ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب یعنی بے حساب و بے شمار روزی دینا اللہ کی مرضی پر موقوف ہے جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں جسے نہیں چاہتے نہیں دیتے۔

چوتھی چیز مَغْفِرَتْ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ گناہ بخش دیتے ہیں جس کے گناہ بخشنا چاہتے ہیں۔

پانچویں چیز توبہ ہے ارشاد ہے وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ، اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیں گے جسے چاہیں گے یا توبہ قبول فرمائیں گے جس کی توبہ قبول کرنا چاہیں گے۔

ان پانچوں کو تحریر کر کے امام غزالی ؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو ان سب میں اللہ نے استثنائی صورت اختیار فرمائی ہے لیکن شکر کرنے والے کو مزید نعمت دینے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ قطع و یقین کے ساتھ فرمایا ہے اس میں استثناء نہیں فرمایا' ارشاد ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر کرو گے تو میں بلا استثناء ہر شکر کرنے والے کو مزید نعمتیں دوں [1] گا، اس سے شکر کی اہمیت کا پتہ چلا کہ شکر کس قدر اہم چیز ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ شکر کرنے کا تیسرا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اللہ کی طرف سے ہم پر آنے والے مصائب ٹل جائیں گے۔ اللہ فرماتے ہیں مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ اگر تم شکر کرتے رہو تو مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں تمہیں تکلیفیں پہنچاؤں میں تمہیں عذاب سے دوچار کروں، تو شکر اتنی عظیم چیز ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں یہ عمل قبول ہوتا ہے مزید کی توفیق ملتی ہے آنے والی تکلیفیں دور ہوتی ہیں' چوتھا فائدہ شکر کا یہ ہوگا کہ اللہ کی طرف سے جزا ملے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ہم شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے جزا کے بارے میں نہیں بتلایا کہ کیا دیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خاص قسم کی جزا ہے جو ان کے شایان شان ہے۔ یہ شکر ہے۔

جسے چار چیزیں مل گئیں......

اسی لیے جناب رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس ارشاد کو نقل کر رہے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ وہ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ

[1] احیاء العلوم ج:۴، ص:۸۱

نے ارشاد فرمایا[۱] اَرْبَعٌ مَنْ اُعْطِیَھُنَّ چار چیزیں ایسی ہیں جو کسی کو مل گئیں تو فَقَدْ اُعْطِیَ خَیْرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی' چار چیزیں ایسی ہیں جسے وہ نصیب ہو گئیں اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی۔

① سب سے پہلے آپ نے ارشاد فرمایا قَلْبٌ شَاکِرٌ شکر کرنے والا جس کو دل مل گیا گویا اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی۔ حقیقت بھی یہی ہے انسان کے دل میں شکر و قناعت آ جائے تو یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اگر قناعت نہ ہو خدانخواستہ تو یہ خدا کا قہر اور عذاب ہے، کیوں؟ جب انسان میں قناعت نہیں ہو گی تو قناعت نہ ہونا اس کو لازم ہے کہ اس کے دل میں حرص ہو گی اس کے دل میں خواہشات ہوں گی لالچیں ہوں گی، پھر کیا ہو گا؟ وہ ہوسِ زر کا شکار ہو گا دل میں اس کے طمع ہی طمع ہو گی کہ یہ بھی لے لوں وہ بھی لے لوں اور یہ چیز بہت ہی بڑے فتنے کا سبب بنے گی کہ اس کے دل میں حسد بھی آ جائے گا کسی کی نعمت دیکھ کر جلے گا کہ یہ اسے کیوں مل گئی مجھے کیوں نہیں ملی اور جب دل میں حسد پیدا ہو گا تو یہ لڑائی کا سبب بھی بن سکتا ہے کہ اس چیز کو حاصل کرنے کے لیے وہ لڑے بھڑے چنانچہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج کل بہت سی لڑائیوں کا سبب حسد ہی ہے' حسد کی وجہ سے لوگ لڑتے ہیں قتل و قتال تک نوبت پہنچتی ہے اور ایک دوسرے پر طعنہ زنی اور دست درازی تک نوبت پہنچتی ہے، اس سب کا سبب کیا ہے؟ دل میں قناعت کا نہ ہونا اگر دل میں قناعت ہوتی جو شکر سے پیدا ہوتی ہے تو پھر وہ حسد سے بھی بچتا، ہوسِ زر سے بھی بچتا، وہ حب مال سے بھی بچتا، حب جاہ سے بھی

---

[۱] مشکوۃ ص: ۲۸۳

بچتا، فتنہ و فساد سے بھی بچتا لڑائی بھڑائی سے بھی بچتا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس کو صفتِ شکر مل گئی جس کے دل میں شکر کا جذبہ پیدا ہو گیا اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی، جس کے دل میں شکر کا جذبہ ہے جو قناعت کی صفت رکھتا ہے اپنے اندر وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی دے دی قناعت کا نہ ہونا بڑے ہی فتنوں کا سبب ہے آج جتنے فتنے ہمیں نظر آرہے ہیں یہ سب قناعت نہ ہونے کی وجہ سے ہیں۔ تو ایک تو حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو قلبِ شاکر مل جائے شکر کرنے والا دل تو اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی۔

(۲) دوسرے آپ نے فرمایا وَلِسَانٌ ذَاكِرٌ اگر کسی کو ذکر کرنے والی' اللہ کو یاد کرنے والی زبان مل جائے تو سمجھ لے کہ اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی ہے' وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ جو زبان اللہ کا ذکر کرتی ہے اس کا تعلق ہر وقت اللہ سے قائم رہتا ہے۔

اللہ کا ذکر انتہائی قیمتی چیز ہے قرآن پاک میں ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ کا ذکر تمام عالم کی روح ہے جس طرح بدن کے اندر ہمارے روح ہے اگر وہ روح نہ رہے تو ہمارا بدن بے کار ہے اسی طرح یہ جو ذکرُ اللہ ہے یہ تمام عالم کے لیے بمنزلہ روح کے ہے۔ اگر یہ ذکر نہ ہو تو یہ عالم قائم نہیں رہ سکتا، یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب کائنات میں کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا تو پھر یہ کائنات ختم ہو جائے گی قیامت آجائے گی' کوئی فرد بشر بھی اللہ اللہ کہنے والا جب نہیں رہے گا تو یہ دنیا باقی نہیں رہے گی قیامت آجائے گی۔ معلوم ہوا کہ

جب تک اللہ اللہ کرنے والی زبان دنیا میں ہے کائنات بچی ہوئی ہے۔ تو پھر ایسی زبان جسے خدا کے ذکر کی توفیق نصیب ہو وہ معمولی چیز نہ ہوئی نہایت ہی قیمتی چیز ہوئی۔ حضور علیہ السلام کا کہنا ہے کہ جسے ذکر کرنے والی زبان مل گئی اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی۔

ذکر اور شکر کا آپس میں تعلق ہے

یہیں سے بات سمجھتے چلیں کہ ذکر اور شکر کا آپس میں گہرا تعلق ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ذکر کو شکر کے ساتھ بیان فرمایا ہے ارشاد ہے فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْالِیْ وِ لَا تَكْفُرُوْنِ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور دیکھو میرا شکر ادا کرتے رہو' ناشکری نہ کرو۔ جو شکر کرنے والا ہو گا وہ اللہ کا ذکر کرنے والا بھی ہو گا۔ کیونکہ شکر کبھی زبان سے ہوتا ہے اور کبھی عمل سے' حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ شکر کرنے والا دل اور ذکر کرنے والی زبان بڑی دولت ہیں چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب سونے اور چاندی کے بارے میں آیت کریمہ وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الآیۃ نازل ہوئی تو صحابہ کرام آپس میں کہنے لگے فَاَیُّ الْمَالِ نَتَّخِذُ پھر ہم اور کیا مال جمع کریں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں یہ مسئلہ حل کرتا ہوں آپ سواری پر بیٹھ کر تیزی سے حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہونچے اور عرض کیا یا رسول اللہ اَیُّ الْمَالِ نَتَّخِذُ؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کون سا مال جمع کریں؟ آپ نے فرمایا: قَلْبًا شَاكِرًا وَ لِسَانًا ذَاكِرًا وَ زَوْجَةً تُعِیْنُ اَحَدَكُمْ عَلٰی اَمْرِ الْاٰخِرَةِ[1] شکر کرنے والا دل ذکر کرنے والی زبان اور ایسی بیوی جو اُمورِ

---

[1] تفسیر ابن کثیر عربی ج:۲، ص:۳۵۱

آخرت میں تمہاری معاون و مددگار ہو وہ حاصل کرو۔

③ تیسری چیز آپ نے فرمایا وَبَدَنٌ عَلَی الْبَلَاءِ صَابِرٌ اگر کسی کو تکلیفیں برداشت کرنے والا بدن مل جائے جسم مل جائے تو سمجھ لے کہ اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی یہ صفت بھی واقعۃً عظیم صفت ہے۔ جس کے اندر یہ خوبی ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں آنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے اسے واقعۃً دنیا اور آخرت کی بھلائی ملی ہوتی ہے اور جس میں صبر کا مادہ نہیں ہے اس کے اندر کوئی خوبی نہیں ہے صبر کرنے پر اللہ کی طرف سے بہت بڑا اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دیں گے وہ نعمتیں ایسی ہوں گی جن کا کوئی شمار نہیں ہے کوئی حساب نہیں ہے' اللہ کے راستے میں تکلیفیں تو آتی ہیں اگر ہم تکلیفیں برداشت کرنے والے بن جائیں اور صبر کی خُو ہم میں پیدا ہو جائے تو پھر اس خوبی سے بڑھ کر کوئی خوبی نہیں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جسے ایسا جسم مل گیا جو اپنے اوپر آنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے تو گویا اسے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں مل گئیں۔

④ چوتھے نمبر پر فرمایا وَ زَوْجَةٌ لَا تَبْغِيْهِ خَوْنًا فِيْ نَفْسِهَا وَ لَا مَالِهِ (اوکما قال علیہ السلام) جسے ایسی بیوی نصیب ہوگئی ایسی بیوی مل گئی جو نہ شوہر کے مال میں خیانت کرتی ہے اور نہ اپنی جان میں خیانت کرتی ہے تو گویا اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی، یہ بھی حقیقت ہے نیک بیوی کا مل جانا اللہ کی طرف سے انعام ہے، اگر کسی کی بیوی نیک ہے تو اس کا گھر دنیا ہی میں جنت ہے اور اگر بیوی اس کی خدانخواستہ نیک نہیں ہے بدکردار ہے یا بدزبان ہے

بدچلن ہے تو یہ گھر ہی اس کے لیے کیا ہے؟ جہنم ہے ہر طرف پریشانیاں ہیں ،دکان سے آؤ بازار سے آؤ دفتر سے آؤ کہیں سے آؤ پریشانی پریشانی، کبھی وہ خیانت کر رہی ہے شوہر کے مال میں جا بجا لٹاتی ہے اور العیاذ باللہ بدچلن ہے تو خیانت کرتی ہے اپنی جان میں، کبھی کسی کے ساتھ بھاگتی ہے کبھی کسی کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے اور جب کسی عورت کے اندر یہ برائی پیدا ہو جائے خیانت کی مال کے اندر اور جان کے اندر تو اس سے بڑی بُری عورت کوئی نہیں ہے اور یہ برائی مہلک ہے ایسی مہلک برائی ہے کہ جب اندھی ہو جاتی ہے عورت تو اسے کچھ نظر نہیں آتا۔

ہمارے محلے میں ایک عورت تھی کسی کے ساتھ اس کی آشنائی ہوئی۔ ایسی آشنائی ہوئی کہ چھوٹے چھوٹے چار بچوں کو چھوڑ کر بھاگ گئی' چھوٹے چھوٹے چار بچوں کو چھوڑ کر، حالانکہ عورت اپنی اولاد پر جان چھڑکتی ہے لیکن بدچلنی نے اس کو غلط راستہ پر ڈال دیا اور اس کو ایسا اندھا کیا کہ اب اس کو نہ اولاد کا پاس ہے نہ ماں باپ کی آبرو کا خیال ہے نہ بھائی بہنوں کی عزت کا لحاظ ہے بدچلن بن گئی' پھر اس سے کیا ہوتا ہے رشتہ دار الگ پریشان، ماں باپ الگ پریشان، میاں الگ پریشان، بچے الگ پریشان ،اگر محلے کے اندر وہ باعزت تھے تو محلے والے الگ پریشان۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان کتنا صحیح ہے اور کتنا اچھا ہے آپ فرماتے ہیں کہ جس کو ایسی بیوی مل گئی جو نہ جان میں خیانت کرتی ہے نہ مال میں خیانت کرتی ہے تو وہ سمجھے کہ اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی ۔ ایک حدیث میں آتا ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَی اللّٰهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ یعنی اللہ کے حضور میں تقوٰی اختیار کرنے کے بعد مؤمن نے کسی ایسی

چیز کا استفادہ نہیں کیا جو اس کے لیے نیک بیوی سے بڑھ کر اور بہتر ہو مطلب یہ کہ مومن اللہ کے حضور میں تقوٰی اختیار کرنے کے بعد جو سب سے بہتر چیز اپنے لیے منتخب کرتا ہے وہ نیک بخت بیوی ہے۔ آگے آپ نے اس کی نیکی کو بیان فرمایا: اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَ اِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَ اِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَا اَبَرَّتْهُ وَ اِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِيْ نَفْسِهَا وَ مَالِهٖ[1] یعنی وہ نیک بخت بیوی ایسی ہے کہ اگر اس کو شوہر کوئی حکم دیتا ہے تو اس کی تعمیل کرتی ہے اگر شوہر اس کی طرف دیکھتا ہے تو اسے خوش کرتی ہے اگر وہ اسے کوئی قسم دیتا ہے تو وہ اسے پورا کرتی ہے اور جب اس کا خاوند موجود نہیں ہوتا تو وہ اس کی خیر خواہی کرتی ہے اپنے نفس کے بارے میں اور اس کے مال کے بارے میں، خیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں جسے مل جائیں تو وہ یہ سمجھے کہ اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی اسے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے نمبر ایک شکر کرنے والا دل، نمبر دو ذکر کرنے والی زبان، نمبر تین صبر کرنے والا بدن، نمبر چار نیک بیوی۔ تو بات چل رہی تھی شکر کی' جب ہم نے کوئی عمل کیا تو ہم نے سب سے پہلے کیا کرنا ہے؟ شکر کرنا ہے۔ کوئی بھی عمل کرنے کے بعد سب سے پہلے ہم نے شکر کرنا ہے کہ یا اللہ تو نے ہمیں توفیق دی اگر تیری توفیق نہ ہوتی تو ہم یہ عمل کبھی نہ کر سکتے۔

دیکھیے شکر کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ جگہ جگہ شکر کرنے کا حکم فرماتے ہیں فرمایا: فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر ادا کرو ناشکری نہ کرو۔

---

[1] مشکوٰۃ ص: ۲۶۸

قوم سباء کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتے ہیں كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ اپنے پروردگار کے دیے ہوئے رزق کو کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔

جناب داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُكْرًا آلِ داؤد اللہ کا شکر کرو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی آل کو اللہ نے بڑی نعمتوں سے نوازا تھا، تو اللہ فرماتے ہیں کہ آلِ داؤد تم ان نعمتوں پر خدا کا شکر کرو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ لیکن میرے بندوں میں شکر کرنے والے بہت تھوڑے ملیں گے۔ بہت ہی تھوڑے۔

ہماری ناشکری کی حالت

اور یہ حقیقت ہے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں واقعۃً معاملہ ایسا ہی ہے، اللہ کی صبح سے شام تک دن و رات ہم اپنے بدن پر اپنے وجود پر اور داخلی حالت میں اور خارجی حالت میں ہر طرح اللہ کی ہزاروں نعمتوں سے منتفع اور متمتع ہو رہے ہیں لیکن ہماری زبانوں پر شکر کا کلمہ نہیں آتا ناشکرے ہیں ہم، کاروبار میں ہمارے ذرا سا مندا ہوا اور ناشکری' کوئی تکلیف آ گئی گھر میں ناشکری' پتہ نہیں ہمیں کس گناہ کی سزا مل رہی ہے؟ پتہ نہیں ہم نے اللہ میاں کا کیا بگاڑ لیا ہے؟ گویا بہت بڑے ولی اللہ ہیں ہم، کوئی گناہ ہی ہم سے نہیں ہوا کبھی' گناہ ہی ہم سے نہیں ہوتا کہ اللہ میاں سے کہہ رہے ہیں کہ اللہ میاں پتہ نہیں کون سا گناہ ہے جس کی ہمیں سزا دے رہے ہیں آپ۔ یہ نہیں سوچ رہے کہ سارا دن ہم گناہوں کے علاوہ کرتے کیا ہیں؟ گناہ ہی گناہ تو

کرتے ہیں نیکی کب کرتے ہیں ہم؟ پانچ وقت کی نماز تک کی تو توفیق نہیں ہوتی الا ماشاء اللّٰہ اور کیا نیکی کریں گے؟ تو سارا دن گناہوں میں مبتلا رہنے کے باوجود اللہ میاں سے یوں کہہ رہے ہیں کہ پتہ نہیں کون سا گناہ ہے جس کی گرفت ہوگئی پکڑے گئے ہم، کاروبار میں مندا ہے، گھر میں تکلیفیں ہیں، فلاں بیمار فلاں بیمار، فلاں مقدمہ ہے اور فلاں تکلیف ہے بس یہی ہے زبانوں پر اور ہمہ وقت ناشکری ہے خدا کی، ہمہ وقت ناشکری، ارے بھائی اللہ ہم کو اچھا دیں تب برا دیں تب اچھائی پہنچائیں تب، برائی پہنچائی تب ہمیں ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اگر ہر وقت نعمتیں دے رہے ہیں تو کبھی کبھی ہمیں آزمانے کے لیے تکلیفیں بھی دیتے ہیں، دیکھیں تو سہی ہم ان کو یہ کیسے مسلمان ہیں؟ الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ ھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ ایمان لے آئے تو ہم ان کو یونہی چھوڑ دیں گے۔ آزمائیں گے نہیں ایسی بات نہیں ہے ہم تو ان کو ضرور آزمائیں گے فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ دیکھیں گے کہ ان میں کون سچا ہے کون پکا مسلمان ہے اور کون ویسے ہی زبانی جمع خرچ کر رہا ہے۔ جھوٹ بول رہا ہے زبان سے کہ میں مؤمن ہوں عمل تو مؤمنوں والے کر نہیں رہا، اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم تو آزمائیں گے ضرور آزمائیں گے، اللہ آزمانے کے لیے ہمیں تکلیفیں دیتے ہیں جب تکلیفیں دیتے ہیں تو ہمیں ان تکلیفوں پر رونا دھونا نہیں چاہیے اللہ کے حضور میں گڑگڑانا چاہیے کیونکہ جنھوں نے ہمیں تکلیفیں دی ہیں ہمیں آزمانے کے لیے وہی ہماری تکلیفیں دور بھی کر سکتے ہیں۔ اگر اِدھر اُدھر ہم بھاگیں گے تو وہ

تکلیفیں ہماری دور نہیں ہوں گی۔ اور ہر حال میں ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہی سکھایا ہے۔

حضرت لقمان حکیم کا واقعہ

حضرت لقمان حکیم کا نام سنا ہوگا آپ نے' دیکھو حضرت لقمان حکیم نبی نہیں تھے' اپنے زمانے کے بڑے دانا آدمی تھے، اللہ کے ولی تھے اور اتنے سادہ تھے بیچارے کہ کسی کے باغ میں مالی کا کام کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کی ادائیں اتنی پسند تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا مقرب بنا لیا تھا۔ اور وہ اتنے مقرب انسان تھے کہ اللہ نے اپنی سب سے مقدس کتاب میں ان کے نام کی پوری ایک سورۃ اُتاری ''سورۂ لقمان'' قیامت تک لوگ ان کا تذکرہ کرتے رہیں گے حالانکہ بیچارے شکل وصورت کے کوئی اچھے وہ نہیں، مالدار وہ نہیں، ان کے پاس جائیداد کوئی نہیں، مالی ہیں ایک باغ میں خدمت کر رہے ہیں ایک دفعہ ایسا ہوا اِن کے کھیت میں ککڑیاں لگی ہوئی تھیں ان کا مالک آیا اس مالک نے آ کر کہا کہ ککڑیاں لاؤ' وہ جلدی جلدی سے ککڑیاں توڑ کر لے آئے مالک نے ایک ککڑی توڑی اور توڑنے کے بعد تھوڑی سی انہیں دے دی بھائی لقمان تم بھی کھا لو پہلے مالک بھی بڑے اچھے ہوا کرتے تھے۔ آج کل کے مالک کا بس چلے تو بھرکس ہی نکال دے مزدور کا لیکن وہ اچھے ہوتے تھے انہوں نے کہا لو تم بھی کھا لو حضرت لقمان نے ککڑی لی اور مزے کے ساتھ کھانی شروع کر دی بڑے مزے کے ساتھ بڑے لطف کے ساتھ کھا رہے ہیں سبحان اللہ کیا اچھی ککڑی ہے۔ جب مالک نے دیکھا کہ اتنے لطف کے ساتھ کھا رہے ہیں تو اس نے کہا کہ میں بھی تو چکھوں دیکھوں تو سہی کتنی

اچھی ہے اس نے جب چکھی تو لکھا ہے کہ انتہائی کڑوی زہر ککڑی تھی وہ مالک کا منہ بن گیا لقمان عجیب آدمی ہو تم اتنی کڑوی زہر ککڑی اور تم ایسے کھا رہے ہو جیسے اس سے زیادہ میٹھی کوئی ہے ہی نہیں تو لقمان حکیم کا جواب آپ جانتے ہیں؟ کیا دیا انہوں نے جواب؟ حضرت لقمان حکیم نے کہا میرے آقا ہم روز میٹھی ککڑیاں کھاتے ہیں روز کھاتے ہیں اگر آج ہمیں کڑوی ککڑی مل گئی تو ہم منہ کیوں بنائیں؟ روز میٹھی کھاتے ہیں اور وہی کھلاتا ہے آج اگر اس نے کڑوی کھلا دی تو منہ کیوں بنائیں؟ بھئی اسی کی تو ککڑیاں ہیں روز میٹھی کھلاتا رہا تھا آج کڑوی کھلا دی تو کیا ہوا[1]۔ تو گویا جو نعمتیں دے رہا تھا وہ کبھی آزمانے کے لیے مصیبتیں بھی دیتا ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کیا کریں۔ دیکھیے جس طرح اللہ تعالیٰ نے شکر کا حکم دیا ہے ناشکری سے منع بھی فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے شکر کرنے پر مزید انعامات دینے کا وعدہ فرمایا ہے ناشکری پر سخت قسم کی وعید بھی فرمائی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اگر تم شکر کرو گے تو مزید عطا کروں گا اور اگر ناشکری کی تو میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے میں اس سے دوچار کر دوں گا۔ خدا کی پناہ، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہر حال میں اللہ کا شکر کریں ناشکری کے قریب بھی نہ پھٹکیں، تو بھائی کوئی بھی عمل کرنے کے بعد ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اللہ کا شکر، یا اللہ آپ نے توفیق دی ہم تو اس قابل نہیں تھے اگر آپ توفیق نہ دیتے تو ہم سے یہ عمل کہاں ہو سکتا تھا؟ بھائی سچی بات

---

[1] حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات ص:۱۱۱

ہے بیس تراویح ذرا رمضان کے علاوہ تو پڑھ کر دکھائیں۔ پڑھیں گے آپ رمضان کے علاوہ؟ ہمارے یہاں تو رمضان میں بھی کچھ ایسے ہیں کہ جنہوں نے Concession کر کے آٹھ ہی کر دیں۔ ان سے تو رمضان میں بھی بیس نہیں پڑھی جاتیں وہ وتروں میں بھی Concession کر کر تین کے بجائے ایک ہی پڑھتے ہیں۔ اللہ انہیں سمجھ دے' تو بات یہی ہے میرے محترم کہ اللہ کی توفیق کے بغیر ہم یہ اعمال نہیں کر سکتے اس لیے عمل کرنے کے بعد کیا کریں اللہ کا شکر ادا کریں۔

میں آپ کو بتلا رہا تھا کہ شکر کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ شکر کرنے کا حکم دیا ہے حکیم لقمان جن کا ابھی تذکرہ ہوا اُن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ہم نے لقمان کو حکمت و دانائی عطا فرمائی اور اُنہیں حکم دیا کہ اللہ کا شکر ادا کرتے رہو، (آگے فرمایا کہ) اگر کوئی شکر کرے گا تو اِس میں اُسی کا فائدہ ہے وہ اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرے گا۔ اور اگر کوئی ناشکری کرے گا تو اللہ کا کیا جائے گا اللہ کو اس کے شکر کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور خوبیوں والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۔ اے اہل ایمان جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں اُن میں سے جو چاہو کھاؤ، البتہ اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اگر تم اُسی کے عبادت گزار ہو۔

میرے محترم بھائیو! رمضان میں ہم روزے رکھتے ہیں روزہ میں کیا حکمت ہے کیوں رکھتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کی بہت سی حکمتیں بتلائی ہیں جن میں سے ایک حکمت یہ بتلائی وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم لوگ اللہ کے شکر گزار بندے بن جاؤ۔ اسی طرح اور بہت سے مقامات پر آپ کو ملے گا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو شکر کا حکم دے رہے ہیں۔ اِس سے شکر کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے شکر کی توفیق مانگتے رہنا چاہیے

ایک بات عرض کرتا چلوں کہ شکر بھی انسان جب ہی کرے گا جب اُسے اِس کی توفیق ہوگی اس لیے اللہ سے شکر کی توفیق بھی مانگتے رہنا چاہیے، قرآن پاک میں آتا ہے کہ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگا کرتے تھے۔ رَبِّ اَوْ زِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ الٰہی مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُن نعمتوں کا شکر ادا کیا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں، وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ، الٰہی اس کی بھی توفیق دے کہ میں نیک کام کیا کروں جس سے تو راضی اور خوش ہو وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل رکھنا۔

سورۃ اَحقاف میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دے کر ایک سعادت مند بندہ کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ جب جوان ہو کر چالیس سال کی عمر کو پہونچ گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں یوں

دعاء کی رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۔اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اے میرے پالنے والے مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر مبذول فرمائی اور جو میرے والدین پر مبذول فرمائی، اور مجھے یہ توفیق دے کہ میں وہ عمل کروں جس سے تو راضی ہوجائے، اور میرے لیے میری اولاد کی بھی اصلاح فرمادے، میں تیری طرف رجوع ہوتا ہوں اور میں تیرے تابع فرمان مسلمانوں میں سے ہوں۔

تفسیر مظہری اور روح المعانی سے معلوم ہوتا ہے کہ دعاء کرنے والے سعادت مند بندے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعاء قبول فرمائی وہ خود بھی مسلمان ہوئے والدین بھی مسلمان ہوئے اور اولاد بھی ساری مسلمان ہوئی اور سب کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کا شرف بھی حاصل ہوا، سب کے سب صحابی بنے، سبحان اللہ، اس کے علاوہ آپ کو جن نیک اعمال کی توفیق ہوئی ان کا تو شمار ہی نہیں ہوسکتا۔ دیکھا آپ نے شکر کی برکات کو یہ شکر ہے، اللہ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

حضور علیہ السلام کثرت سے اللہ کا شکر کرتے تھے

ایک حدیث شریف میں آتا ہے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ

''میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے حضور اکرم ﷺ کی کوئی عجیب بات دیکھی ہو تو بتلایے آپ رونے لگیں اور فرمایا: آپ

کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی' ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ رات کو میرے پاس تشریف لائے اور میرے ساتھ ہی میرے بستر میں یا فرمایا میرے لحاف میں آرام فرمانے لگے' آپ میرے اتنے قریب تھے کہ آپ کا بدن مبارک میرے بدن سے چھو رہا تھا آپ نے فرمایا: اے ابوبکر کی بیٹی مجھے جانے دے تاکہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا کہ اگرچہ میں آپ کا قرب چاہتی ہوں مگر آپ کی خواہش کو ترجیح دیتی ہوں' حضرت عائشہؓ نے جانے کی اجازت دی تو آپ ﷺ اُٹھ کر مشکیزہ کی طرف گئے اور تھوڑے سے پانی سے وضو فرمایا: پھر آپ اُٹھے اور نماز پڑھنے لگے قیام میں اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو سینے پر بہنے لگے پھر آپ نے رکوع کیا اور اس میں بھی روتے رہے پھر آپ نے سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی روتے رہے پھر سجدہ سے سر اُٹھایا اور روتے رہے آپ کی ساری رات روتے ہوئے گذر گئی حتی کہ حضرت بلالؓ نے آ کر آپ کو نماز فجر کی اطلاع کی۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے رونے کا کیا سبب ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی سب خطاؤں کو معاف فرما چکے ہیں آپ نے فرمایا: اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا اے عائشہ کیا میں اپنے

پروردگار کا شکر گذار بندہ نہ بنوں اور میں کیسے نہ
روؤں جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیات نازل فرمائی
ہیں۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1]"

یہ حدیث شریف حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں ذکر کی ہے حضرت امام غزالیؒ یہ حدیث مبارک ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کو اللہ کے حضور میں ہر حال میں گریہ وزاری کرتے رہنا چاہیے اس پر آپ نے ایک عجیب واقعہ تحریر فرمایا ہے۔

پتھر کے رونے کا عجیب واقعہ

آپ فرماتے ہیں کہ

"ایک نبی ایک چھوٹے پتھر کے پاس سے گذرے جس میں سے بڑی کثرت کے ساتھ پانی بہہ رہا تھا اس پر آپ کو تعجب ہوا' اللہ تعالیٰ نے پتھر کو گویائی بخش دی وہ پتھر بولا کہ جب سے میں نے سنا ہے کہ "جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے" اس وقت سے مارے خوف کے رو رہا ہوں۔ اللہ کے نبی نے دعا کی کہ یا اللہ اسے جہنم میں جانے سے پناہ دے دی جائے اللہ تعالیٰ نے پناہ دے دی (اس کا رونا بند ہوگیا)۔ پھر ایک مدت کے بعد آپ نے اس پتھر کو دیکھا تو پھر وہی حال تھا کہ وہ کثرت سے رو رہا تھا آپ نے کہا کہ لِمَ تَبْکِی الْآنَ؟ اب کیوں رو

---

[1] احیاء العلوم ج:۴، ص:۸۱

رہا ہے؟ اس نے کہا کہ ذَاكَ بُكَاءُ الْخَوْفِ وَ هٰذَا بُكَاءُ الشُّكْرِ وَ السُّرُوْرِ وہ خوف کا رونا تھا اور یہ شکر اور خوشی کا رونا ہے[1]۔"

حضرت امام غزالی" یہ حکایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں بندہ کا دل بھی پتھر کی مانند ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت اس کی یہ سختی خوف اور شکر دونوں حالتوں میں روتے رہنے ہی سے جا سکتی ہے۔

الغرض میں عرض کر رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ ہر حال میں اللہ کا شکر کیا کرتے تھے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء مانگا کرتے تھے "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ اُعْظِمُ شُكْرَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نُصْحَكَ وَاَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ[2]" الٰہی مجھے توفیق دے کہ میں تیرا بڑا شکر ادا کروں کثرت کے ساتھ تیرا ذکر کروں تیری نصیحت کو پورا کروں، تیری وصیت کو یاد رکھوں،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضور علیہ السلام سے یہ دعاء نقل کی ہے فرماتے ہیں "دُعَاءٌ حَفِظْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَدَعُهٗ" یہ ایسی دعاء ہے جو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کی ہے اور اسے میں کبھی نہیں چھوڑتا۔

ایک دعاء اور ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مانگا کرتے تھے، رَبِّ اَعِنِّىْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِىْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَامْكُرْ لِىْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاهْدِنِىْ وَيَسِّرْ لِىَ الْهُدٰى وَانْصُرْنِىْ عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ رَبِّ

---

[1] احیاء العلوم ج:۴، ص:۸۱ ، [2] ترمذی شریف ج:۲، ص: ، مشکوٰۃ ص:۲۲۰

اجْعَلْنِیْ لَکَ شَکَّارًا لَکَ ذَکَّارًا لَکَ رَهَّا بًا لَکَ مِطْوَاعًا لَکَ مُخْبِتًا اِلَیْکَ اَوَّاهًا مُّنِیْبًا۔ رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاهْدِ قَلْبِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَةَ صَدْرِیْ[1]

الٰہی میری مدد فرما، میرے خلاف کسی کی مدد نہ فرما، مجھے فتح عطا فرما مجھ پر کسی کو فتح یاب نہ کر، میرے لیے تدبیر فرما، میرے خلاف تدبیر نہ فرما، مجھے سیدھی راہ دکھا، سیدھی راہ پر چلنا میرے لیے آسان کردے اور اُس کے خلاف میری مدد کر جو مجھ پر زیادتی کرے، اے میرے رب مجھے ہر حال میں اپنا شکر کرنے والا ہر وقت اپنا ذکر کرنے والا، بہت زیادہ ڈرنے والا، بہت ہی فرمانبرداری کرنے والا اور بہت ہی زیادہ عاجزی کرنے والا، اپنی بارگاہ میں بہت ہی زیادہ زاری کرنے والا اور رجوع کرنے والا بنادے، الٰہی میری توبہ قبول فرما، میرے گناہوں کو دھودے، میری دعاء قبول فرما، میری دلیل وحجت کو ثابت فرما، میری زبان کو درست فرما، میرے دل کو ہدایت عطا فرما اور میرے سینے کی سیاہی دور فرما۔

حضور اکرم ﷺ جہاں خود شکر کا اہتمام فرماتے تھے وہیں اُمت کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''حضور اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا:

''اُوْصِیْکَ یَا مُعَاذُ لَاتَدَعَنَّ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوةٍ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ[2] ''

اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ کسی بھی نماز کے

---

[1] ترمذی شریف ج:۲،ص: ۱۹۵ [2] مسند احمد ج:۵،:ص ۲۴۷، ابوداؤد ج:۱،ص: ۲۱۳، نسائی ج:۱،ص: ۱۹۲

بعد یہ دعاء پڑھنی نہ چھوڑتا، اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اے اللہ میں آپ سے مدد چاہتا ہوں آپ کا ذکر کرنے پر، آپ کا شکر ادا کرنے پر اور آپ کی اچھی طرح سے عبادت کرنے پر،

ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اِن دعاؤں کو اپنا معمول بنالیں اِن کی برکت سے انشاء اللہ شکر کرنے کی توفیق ہوگی،

ایک حدیث شریف میں آپ نے فرمایا:
اَلطَّاعِمُ الشَّاکِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ[1] کھانا کھا کر اللہ کا شکر کرنے والا ایسا ہے جیسے روزہ رکھ کر صبر کرنے والا۔

مؤمن کی ہر حالت عجیب ہے

ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ کُلَّهٗ لَهٗ خَیْرٌ وَ لَیْسَ ذَالِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ مؤمن کی بھی عجیب شان ہے کہ اس کی ہر حالت اس کے لیے خیر و بھلائی کا باعث ہے اور یہ بات صرف مؤمن کے لیے مخصوص ہے۔ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّهٗ اگر اس کو خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے یہ شکر اس کے لیے خیر و بھلائی کا باعث ہوتا ہے۔ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّهٗ[2] اور اگر اس کو کوئی تکلیف و مصیبت پہونچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے یہ صبر بھی اس کے لیے خیر و بھلائی کا باعث ہوتا ہے۔

---

[1] احیاء العلوم ج:۴،ص:۸۱ ، [2] مسلم بحوالہ مشکوۃ ص:۴۵۲

جس میں دو خصلتیں ہوں گی وہ شاکر وصابر شمار ہوگا

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا دو خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر وہ کسی بندہ میں پائی جاتی ہیں تو اللہ تعالی اسے شکر گذار اور صبر کرنے والا بندہ قرار دیتے ہیں مَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَ نَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا ایک تو یہ کہ جب وہ شخص دینی معاملہ میں ایسے آدمی کو دیکھے جو (طاعت وعبادت وغیرہ میں) اس سے بڑھا ہوا ہے تو اس کی اقتداء کرے دوسرے یہ کہ جب اپنی دنیا کے معاملہ میں اس آدمی کو دیکھے جو (مال و دولت اور جاہ ومنصب وغیرہ میں) اس سے کم تر ہے تو اللہ کی حمد وثناء کرے اور اس کا شکر ادا کرے کہ اس نے اس آدمی پر اس کو فضیلت و برتری بخشی ہے۔ اس شخص کو اللہ تعالی شکر گذار اور صبر والا قرار دیتے ہیں۔ وَمَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَ نَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاَسِفَ عَلٰى مَا فَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا[1] اور جو شخص ایسا ہو کہ جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھے جو اس کے دینی احوال کے لحاظ سے کمتر درجہ کا ہو (تو اس کے تئیں عجب و غرور میں مبتلا ہو جائے) اور جب کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو اس کی دنیا کے اعتبار سے اس سے برتر ہو اور اس چیز پر رنج وغم کرے جس سے وہ محروم ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالی نہ شاکر قرار دیتا ہے نہ صابر۔

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ اگر شکر گذار و صابر بننا ہے تو دینی لحاظ سے اوپر کے بندہ کو دیکھ کر آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور دنیوی لحاظ

[1] ترمذی شریف بحوالہ مشکوۃ ص: ۴۴۸

سے اپنے سے کمزور بندہ کو دیکھو اور جس حال میں اللہ نے رکھا ہوا ہے اس پر اس کا شکر کرو۔

اس موقع پر مجھے شیخ سعدی رحمہ اللہ کا واقعہ یاد آیا اِس واقعہ سے اس حدیث شریف کی خوب وضاحت ہوتی ہے شیخ سعدیؒ گلستان میں لکھتے ہیں۔

ھر گز از دورِ زمان ننالیدہ بودم وروئ از گردشِ ایام درھم نہ کشیدہ مگر وقتیکہ پایم برھنہ بود واستطاعتِ پائ پوشی ندا شتم بجامعِ کوفہ در آمدم دل تنگ، یکے را دیدم کہ پائ نداشت، سپاسِ نعمتِ حق بجائ آوردم وبربے کفشی صبر کردم[1]

میں نے کبھی زمانہ کی گردش کی شکایت نہیں کی، اور زمانہ کے حوادثات سے کبھی منہ نہیں بگاڑا، مگر اس وقت کہ میرے پاؤں ننگے تھے اور جوتے خریدنے کی طاقت بھی نہیں رکھتا تھا۔ اسی حال میں میں کوفہ کی جامع مسجد میں آیا، رنجیدہ دل تھا، یہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے پاؤں نہیں تھے میں نے یہ دیکھ کر حق تعالیٰ کی نعمت (کہ اس نے مجھے پاؤں تو دے رکھے ہیں اس) کا شکر ادا کیا اور جوتے نہ ہونے پر صبر کیا،

ہمارے اَسلاف کو اللہ تعالیٰ نے شکر کی نعمت سے نوازا تھا ان کا شکر اس درجے کا تھا کہ آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

---

[1] گلستانِ سعدی

حضرت ابو قلابہؒ کا شکر

حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی اور بہت بڑے محدث ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں آپ بصرہ میں رہتے تھے اور اپنے زمانے کے انتہائی صابر وشاکر انسان تھے، تاریخ میں آپ کے صبر وشکر کا واقعہ ملتا ہے جو انتہائی سبق آموز اور عبرت انگیز واقعہ ہے، موقع کی مناسبت سے عرض کرتا ہوں:

''عبد اللہ بن محمد کہتے ہیں کہ میں جہادی مہم کے سلسلہ میں مصر کے ایک ساحلی علاقے میں مقیم تھا، ایک بار میں ساحلِ سمندر میں جا نکلا وہاں میدان میں ایک خیمہ نظر پڑا، خیمہ میں ایک شخص نظر آیا جو ہاتھ پاؤں سے معذور اور ثقلِ سماعت وضعفِ بصارت کا شکار تھا، اس کا کوئی عضو قابلِ انتفاع نہ تھا سوائے ایک زبان کے کہ وہ سلامت تھی اور وہ زبان سے یہ کہہ رہا تھا۔ ''اَللّٰهُمَّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَحْمَدَكَ حَمْدًا اُكَافِیُٔ بِهٖ شُكْرَ نِعْمَتِكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ بِهَا عَلَیَّ وَفَضَّلْنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً۔ الٰہی مجھے توفیق دے کہ میں تیری خاطر خواہ حمد وثناء کرسکوں جس سے تیری اُن نعمتوں کا شکر ادا ہوسکے جو تو نے مجھ پر کیں، مجھے تو نے اپنی مخلوق میں سے بہت سوں پر فضیلت اور فوقیت بخشی ہے، عبد اللہ کہتے ہیں کہ میرے جی میں آیا کہ چل کر ان صاحب سے اس دعاء کے متعلق پوچھنا چاہیے، چنانچہ میں اُن کے پاس آیا اور اُنہیں سلام کرکے میں نے اُن سے دریافت کیا کہ میں نے آپ کو یہ دعاء کرتے سنا ہے (جبکہ آپ کی صورتِ حال یہ ہے کہ آپ ہاتھ

پاؤں سے معذور اور ثقلِ سماعت وضعفِ بصارت کا شکار ہیں) آپ اللہ کی کون سی نعمت پر حمد و ثناء کر رہے ہیں اور ایسی کون سی فضیلت آپ کو حاصل ہے جس کا آپ شکر ادا کرنا چاہتے ہیں؟ اُن صاحب نے کہا: تمہیں کیا معلوم میرے رب کا میرے ساتھ کیا معاملہ ہے، اگر وہ آسمان سے آگ برسا کر مجھے بھسم کر دے، پہاڑوں کو حکم دے کر مجھے کچل دے سمندروں کو کہہ کر مجھے غرق کر دے زمین کو مجھے نگلنے کا حکم دے دے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ میرے پاس اللہ کی ایک بڑی نعمت میری یہ زبان ہے مجھ سے کما حقہٗ اس کا شکریہ بھی ادا نہیں ہو سکتا،

تم میری حالت دیکھ رہے ہو، میں اپنا کوئی کام خود نہیں کر سکتا میرا ایک بیٹا ہے، جو نماز کے وقت میرا خیال رکھتا ہے وہی مجھے وضوء کرواتا ہے وہی میرے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے، تین دن سے وہ غائب ہے اگر تم اُسے تلاش کر دو تو مہربانی ہوگی۔ میں نے کہا آپ جیسے انسان کی خدمت سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہو سکتی ہے؟ میں یہ کہہ کر بچے کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ ریت کے تودوں کے درمیان بچے کی لاش پڑی ہوئی ملی جسے کسی درندے نے چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا تھا میں نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھا اور جی میں سوچنے لگا کہ میں اِس بچے کے باپ کو جا کر کیسے بتلاؤں؟ بالآخر میں گیا اور حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا تذکرہ کر کے میں نے انہیں بتلایا کہ جس بچے کی تلاش میں آپ نے مجھے بھیجا تھا اُسے تو کسی درندے نے چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا

ہے، اُن صاحب نے یہ وحشت ناک خبر سن کر کہا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَخْلُقْ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ خَلْفًا یَعْصِیْهِ فَیُعَذِّبُهُ بِالنَّارِ'' اللہ کا شکر ہے جس نے میری اولاد کو نافرمان نہیں پیدا کیا جو دوزخ کے عذاب کا شکار ہوتی پھر اُن صاحب نے اِنَّا لِلّٰهِ پڑھا اور زور کی ایک آہ بھر کر فوت ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ میرے لیے بہت بڑا مسئلہ بن گیا کہ اگر انہیں یونہی چھوڑ کر جاتا ہوں تو ڈر ہے کہ کہیں اِنہیں درندے نہ کھا جائیں اور اگر یہاں ٹھہرتا ہوں تو کیا کروں تنہا مجھ سے کچھ ہو نہیں سکتا الغرض میں نے اُن کی نعش کو چادر سے ڈھانپا اور اُن کے سرہانے بیٹھ کر رونے لگا۔ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک چار آدمی آئے اور کہنے لگے عبداللہ کیا ہوا؟ میں نے اُنہیں سارا قصہ سنایا وہ کہنے لگے اِن کا چہرہ تو کھولو ہوسکتا ہے ہم انہیں جانتے ہی ہوں میں نے چہرہ کھولا تو وہ لوگ اُن پر پل پڑے کبھی آنکھوں کو چومتے اور کبھی ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے ''ہم ان آنکھوں پر قربان جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے سامنے ہمیشہ بند رہیں، ہم اِس جسم پر قربان جو ہمیشہ لوگوں کے سونے کے وقت بھی سجدہ ریز رہتا'' میں نے کہا کہ بتاؤ تو سہی یہ کون صاحب ہیں؟ وہ بولے یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد حضرت ابوقلابہ الجرمیؒ ہیں یہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت کرنے والے انسان تھے۔ ہم نے اُنہیں غسل دیا اور جو کپڑے ہمارے پاس تھے اُن میں اُنہیں کفنایا اُن کا جنازہ پڑھا او ردفن کر دیا۔ وہ لوگ واپس چلے گئے اور میں بھی اپنی جگہ چلا آیا۔

رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ آپ جنت کے باغوں میں سیر کر رہے ہیں اور جنتیوں کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں اور یہ آیت تلاوت فرما رہے ہیں ''سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ'' (تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کے سبب اور آخرت کا گھر بہترین ٹھکانہ ہے) میں نے خواب ہی میں اُن سے پوچھا کہ آپ میرے وہی معذور دوست نہیں ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں میں نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ مقام ومرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے یہاں کچھ درجات ایسے ہیں جن تک رسائی مصیبت میں صبر، راحت وآرام میں شکر اور جلوت وخلوت میں خوفِ خدا کے بغیر ممکن نہیں[1] ''

غور کیا آپ نے کہ یہ کیسے صابر وشاکر انسان تھے؟ ایک اور بزرگ ہیں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اُن کا واقعہ بھی سن لیں۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ کا صبر وشکر:

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے علاتی بھائی ہیں۔ مدینہ طیبہ کے سات فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے، صحاحِ ستہ میں آپ کی روایات ملتی ہیں، آپ انتہائی صابر وشاکر انسان تھے، آپ کے صبر وشکر کا ایک واقعہ کتابوں میں ملتا ہے جی چاہتا ہے کہ آپ بھی وہ واقعہ سنیں تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ ہمارے اَسلاف کیا تھے،

''ایک دفعہ آپ ولید بن عبدالملک سے ملنے کے لیے ملک

---

[1] کتاب الثقات لابن ابی حاتم ج:۵،ص:۳

شام تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں آپ کے پاؤں میں ایک خراب قسم کا زہریلا زخم پیدا ہوگیا، ولید کو علم ہوا تو اُس نے فوراً ہی طبیبوں کو بلالیا، زخم کے معائنہ کے بعد سب کی رائے یہ ہوئی کہ پاؤں کاٹ دیا جائے، حضرت عروہؒ نے تھوڑے توقف کے بعد منظور کرلیا، اَطباء نے کہا کہ آپ بیہوشی کے لیے نشہ آور دوا پی لیجیے آپ نے فرمایا: میں کوئی لمحہ اللہ کی یاد سے غفلت میں نہیں گزار سکتا، چنانچہ اسی حالت میں آرہ گرم کرکے آپ کا پاؤں کاٹ دیا گیا اور آپ نے کسی قسم کی تکلیف کا اظہار نہیں فرمایا، پھر اپنا کٹا ہوا پاؤں سامنے رکھوا کر فرمایا: کیا غم ہے اگر مجھے ایک عضو کے بارے میں آزمائش میں ڈال کر باقی اعضاء کے سلسلے میں امتحان سے بچالیا گیا، ابھی آپ اسی حالت میں تھے کہ آپ کو خبر ملی کہ آپ کا بیٹا (محمد) چھت سے گرکر انتقال کرگیا ہے آپ نے یہ روح فرسا خبر سن کر ارشاد فرمایا: یا اللہ ہر حال میں تیرا شکر ہے اگر تو نے ایک جان لی ہے تو کئی جانوں کو سلامت رکھا ہے[1] ''

بمصیبتے گرفتارم نہ بمعصیتے

ایک واقعہ شیخ سعدیؒ نے اپنی گلستاں میں تحریر فرمایا ہے وہ بھی سنتے چلیں شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

''میں نے ایک پارسا کو دریا کے کنارے پڑے ہوئے دیکھا

---

[1] المستطرف ج:۲، ص:۷۷

اُسے تیندوے نے زخمی کر دیا تھا، اُس کا زخم اتنا کاری تھا کہ کسی دوا سے اچھا نہیں ہوتا تھا، وہ پارسا آدمی مدتوں اِس تکلیف میں مبتلا رہا اور ہمیشہ اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتا رہا، ایک دفعہ لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ کاہے کا شکر ادا کرتے ہو؟ بولا اس بات کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مصیبت میں گرفتار ہوں کسی گناہ میں نہیں[1]''

حضرت شیخ سعدیؒ کا یہ واقعہ پڑھ کر مجھے اپنے اکابر میں سے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی تکالیف یاد آ گئیں، آپ کو بڑھاپے کے زمانہ میں طائف سے گرفتار کر کے مصر کے زندان خانہ میں قید کیا گیا اور وہاں سے سمندر کے راستے لے جا کر دنیا کے انتہائی سرد ترین مقام مالٹا میں نظر بند کر دیا گیا۔ وہاں سے آپ تقریباً ساڑھے تین سال بعد تشریف لائے، آپ نے بڑھاپے میں ایسی تکلیفیں برداشت کیں کہ آج اُن کا تصور بھی مشکل ہے، سنا ہے کہ آپ سے جب مالٹا کی تکالیف کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے صرف یہی جملہ ارشاد فرمایا: بمصیبتے گرفتارم نہ بمعصیتے، شکر ہے کہ مصیبت میں گرفتار ہوں کسی معصیت اور گناہ میں نہیں۔ میرے محترم بھائیو! ہمارے اَسلاف واَکابر نے ہر حال میں تسلیم و رضا اور صبر و شکر کو اپنایا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے اَسلاف واَکابر کی اس روش کو اپنائیں تاکہ جو برکات انہیں نصیب ہوئیں اللہ اُن کے صدقے ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

شکر گزاروں کے لیے عظیم بشارت

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں ایک حدیث شریف

[1] گلستانِ سعدی

ذکر فرمائی ہے جس میں شکر کرنے والوں کے لیے بڑی بشارت آئی ہے وہ بھی سن لیجیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اعلان ہوگا کہ حَمَّادُوْنْ اُٹھ کھڑے ہوں چنانچہ ایک جماعت کھڑی ہوگی اسے جھنڈا دیا جائے گا اور وہ جنت میں چلی جائے گی حضور علیہ السلام سے سوال ہوا کہ حَمَّادُوْنْ سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا: اَلَّذِیْنَ یَشْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی عَلٰی کُلِّ حَالٍ[1] یعنی حَمَّادُوْن وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں کہ اللہ ہمیں اپنا شکر گزار بندہ بنا لے۔

شکر کسے کہتے ہیں؟

آپ نے شکر کے متعلق اتنی باتیں سنیں ضرور آپ کے دل میں خیال آتا ہوگا کہ شکر کیا ہے؟ شکر کسے کہتے ہیں؟ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس بات کا اعتراف کرے کہ یہ نعمت فلاں مُنْعِمْ و مُحْسِنْ نے دی ہے پھر اس نعمت کو اس کی اطاعت و مرضی کے مطابق استعمال کرے۔

شکر کی اس حقیقت سے معلوم ہوا کہ شکر کا تعلق انسان کے سارے وجود سے ہے شکر دل سے بھی ہوتا ہے اور اصل شکر یہی ہے، شکر زبان سے بھی ہوتا ہے زبان کا شکر یہ ہے کہ وہ دعائیں پڑھتا رہے جو احادیث مبارکہ میں عمل کے اتمام یا نعمت کے حصول پر سکھلائی گئی ہیں۔ چنانچہ جب انسان سو

---

[1] احیاء العلوم ج:۴، ص:۸۱

کر اُٹھے تو یہ دعاء پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ

اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں (رات سوتے میں) موت دینے کے بعد (دوبارہ) زندگی دی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

جب کھانا کھاچکے تو یہ دعاء پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یا یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَاقُوَّةٍ

پانی پیے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے۔ بیت الخلاء سے باہر آئے تو یہ دعاء پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ

کپڑے پہنے تو یہ دعاء پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَ اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ

چھینک آئے تو یہ دعاء پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ

جب کسی کو مصیبت یا پریشانی یا برے حال میں دیکھے تو یہ دعاء پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جامع دعاء بتلائی ہے جس کے صبح وشام پڑھ لینے سے دن و رات کے انعامات کا شکر ادا ہو جاتا ہے، وہ دعاء یہ ہے اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّکْرُ صبح کے وقت اس طرح پڑھے اور شام کے وقت اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ کی جگہ اَللّٰهُمَّ مَا اَمْسٰی کہے اور جو ان

کہ میں نے جو عمل کیا ہے وہ قبول ہو گیا میں اچھا ہوں' نہ میں کہہ سکتا ہوں نہ آپ کہہ سکتے ہیں نہ کوئی اور کہہ سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تو ہمارے اوپر یہ کرم ہی کیا کہ چھپا لیا کہ کس کا عمل قبول ہے اور کس کا عمل قبول نہیں ہے اچھا کیا ناں اللہ نے؟ اللہ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے اللہ نے اپنی حکمت کے تحت قبولیتِ عمل کو چھپا لیا اور ہمیں لگا دیا کہ تم ڈرتے رہو' ڈرتے ہی رہو' کیونکہ اگر پتہ چل جاتا کہ عمل قبول ہو گیا ہے تو ڈر وَر ختم ہو جاتا پھر کیا ہوتا ہم ڈینگیں مارتے رہتے کہ واہ جی ہم تو بخشے بخشائے ہیں کہ ہمارے عمل قبول ہو گئے اور مزید کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ تو ہمیں تو ڈرنا ہی چاہیے قرآن کی جو آیت میں نے آپ کو سنائی اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کی شان یہ تھی کہ وہ ڈرتے ہی رہتے تھے اب بزرگوں کے واقعات بھی سن لیں کہ بزرگوں کا کیا حال تھا؟

حضرت عامر بن عبداللہؒ کا واقعہ

حضرت عامر بن عبداللہؒ تابعی ہیں بڑے جلیل القدر تابعی وفات کا وقت قریب ہوا تو زاروقطار رو رہے تھے کیوں رو رہے تھے؟ کسی نے پوچھ لیا حضرت آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے اچھے اچھے اعمال کیے' آپ نے رشد و ہدایت کی شمع روشن کی اللہ نے آپ سے بڑی خیر وفلاح کے کام لیے آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے میں کیوں نہ روؤں میرے سامنے قرآن پاک کی ایک آیت ہے جس نے مجھے رُلا رکھا ہے وہ آیت کون سی ہے؟ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اللہ عمل قبول کرتے ہیں متقی لوگوں کے۔ کہتے ہیں معلوم نہیں کہ میرا کوئی عمل اللہ کے یہاں قبول ہوا بھی ہے یا نہیں ہوا۔ اس لیے رو رہا ہوں ٹھیک

ہے عمل کیے تو ہیں پتہ نہیں کہ قبول ہوا کہ نہیں ہوا، اللہ تو کہتے ہیں کہ متقیوں کے قبول کروں گا۔ میں کیسے دعویٰ کروں کہ میں متقی ہوں کوئی دعویٰ کر سکتا ہے اپنے متقی ہونے کا؟ کوئی نہیں کر سکتا جب متقی ہونے کا دعویدار نہیں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میرا عمل قبول ہو گیا[1]۔ اس لیے ڈرتے ہی رہو بھائی، جب صحابہ وتابعین ڈرتے تھے تو ہم کیا ہیں؟

حضرت یحییٰ بن اکثمؒ کا واقعہ

حضرت یحییٰ بن اکثمؒ بہت بڑے بزرگ، بڑے محدث اور فقیہ ہیں۔ مامون رشید کے دور میں قاضی القضاۃ رہ چکے ہیں چیف جسٹس اُس زمانے کے' ایسے چیف جسٹس نہیں جیسے کہ آج کل کے چیف جسٹس ہوتے ہیں حکومت کے ماتحت' جو حکومت اشارہ کرے وہی فیصلہ دیتا ہے اپنا ضمیر کچھ نہیں اور اگر کہیں کچھ رشوت وغیرہ لگ جائے تو اسی کے حق میں فیصلہ، آج کل کے ججوں کا تو یہی حال ہے۔ اُس زمانے میں یہ نہیں تھا وہاں رشوت کا نام ونشان نہیں تھا ان کی نگاہ میں شاہ ہو گدا ہو، بادشاہ ہو یا فقیر سب ایک ہوتے تھے اور فیصلہ کرتے وقت وہ خدا سے ڈرتے تھے حاکم سے نہیں ڈرتے تھے۔ حضرت یحییٰ بن اکثمؒ بڑے حق گو تھے اُن کی حق گوئی کا ایک قصہ میں آپ کو سناتا چلوں پھر آگے چلوں گا۔

مامون رشید رنگین مزاج آدمی تھا کچھ پڑھ لکھ گیا تھا اور ذرا کوئی پڑھ لکھ جاتا ہے ایسے محکموں کا آدمی تو وہ اپنے آپ میں نہیں رہتا آزادی پسند ہو جاتا ہے۔ مامون رشید کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، نہ وہ پکا سنی تھا نہ وہ پکا شیعہ

---

[1] معارف القرآن ج:۳، ص:۱۱۳

تھا اس میں تھوڑی سی شیعیت بھی آ گئی تھی اور تھوڑی سے سنیت بھی تھی، وہ تھوڑا سا معتزلہ کے خیالات کا بھی حامل تھا تو گویا وہ عقائد کے اندر چوں چوں کا مربہ تھا تھوڑا سا اِدھر تھوڑا سا اُدھر سب کے ساتھ جیسے اکبر کا حال تھا ،اکبر کا سنا ہے نا آپ نے بدھ مت کو بھی راضی رکھنا ہے ہندو مت کو بھی راضی رکھنا ہے چوڑوں کو بھی راضی رکھنا ہے عیسائیوں کو اور یہودیوں کو بھی راضی رکھنا ہے اور شیعوں کو بھی اور سنیوں کو بھی سب کو راضی رکھنا ہے اور یہ جو سب کو راضی رکھنے والے آدمی ہوتے ہیں یہ بڑے بے کار آدمی ہوتے ہیں اِنہیں کہتے ہیں ہر دلعزیز صاحب' یہ بہت ہی بے کار ہوتے ہیں یہ اچھے لوگ نہیں ہوتے صاف جو بات ہے کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہوگا جس سے سارے راضی رہیں، بھائی انسانوں کو چھوڑو سارے اللہ میاں سے راضی ہیں کیا؟ سارے اللہ کے نبی سے راضی ہیں کیا؟ نہیں تو پھر ہم سے اور آپ سے راضی ہو جائیں گے؟ کبھی بھی نہیں جب کوئی چاہے گا کہ سارے مجھ سے راضی ہو جائیں تو لوگ کہیں گے کہ پاگل ہے کبھی بھی دنیا راضی نہیں ہوگی ایسے ہی ایک پاگل کا قصہ آپ کو سناؤں بات سے بات نکلتی جا رہی ہے'

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کوئی شخص تھے ہر دلعزیز بچارے ہر ایک کی دلجوئی کیا
کرتے تھے ایک مرتبہ ایک دریا کے کنارے پر پہونچے
دیکھا کہ ایک شخص اُس کنارے پر بیٹھا ہے اور وہ اِس
طرف آنا چاہتا ہے اور ایک دوسرے کنارے پر بیٹھا ہے
اور وہ اُس طرف آنا چاہتا ہے یہ ہر دلعزیز صاحب اس

قریب والے کو کندھے پر بھلا کر چلے جب وسطِ دریا تک
پہونچے تو چاہا کہ اُس دوسرے کنارے والے کو بھی اتنی ہی
دور لے آؤں ورنہ اُس کا جی برا ہوگا بس اِس کو کندھے پر
سے پٹخ اُس کو لینے گئے جب وسط تک اُس کو لائے تو پہلا
ڈوبتا ہوا دکھائی دیا بس اِس دوسرے کو پٹخ اُس کو سنبھالنے
چلے وہ ڈوب چکا تھا' پھر اِس دوسرے کی خبر لینے آئے تو
اِس کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا[۱]۔"

بس یہی شیوہ اس وقت بھی لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے کہ تھوڑے سے اِدھر ہو گئے تھوڑے سے اُدھر، اِس فرقہ میں گئے تو اِس قسم کی باتیں کرنے لگے اور اگر دوسرے فرقہ میں گئے تو اُن ہی کا طرز اختیار کر لیا

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔

"ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ میں تھوڑا سا غیر مقلد
ہوں اور تھوڑا سا نیچری ہوں تھوڑا سا بدعتی ہوں اور شرح
اس کی یہ فرمائی کہ میں ڈھولکی سنتا ہوں اس لیے تو بدعتی
ہوں اور ترقیِ دنیا پر لکچر دیتا ہوں اس لیے نیچری ہوں اور
ظہر و عصر ایک وقت میں پڑھتا ہوں اس لیے غیر مقلد
ہوں[۲]۔"

اسے کہتے ہیں ہر دلعزیز اور صلح کل یہ جو صلح کل ہوتے ہیں کہ اِس سے بھی راضی رہو اُس سے بھی راضی رہو یہ خطرناک قسم کے لوگ ہوتے ہیں،

---

۱ وعظ عمل الذرہ ص:۱۷ ، ۲ ایضاً ص:۱۷

آج کل کے ہمارے سماجی کارکنوں کا مزاج بھی ایسا ہی بنا ہوا ہے یہ بھی صلح کل ہوتے ہیں۔ اِنہوں نے ٹھان رکھی ہے کہ کسی کو ناراض نہیں کرنا وہ بھی راضی رہے تم بھی راضی رہو، اُس کا کام بھی کروں گا تمہارا کام بھی کروں گا چاہے گھر میں بیوی گالیاں دیتی رہے، کیوں؟ گھر والے پریشان ہیں کہ جب ساروں کی بھلائی میں لگے گا تو اپنا گھر تو رہ ہی جائے گا۔

ع سارے جہاں سے باخبر اپنے جہاں سے بے خبر

خیر میں قصہ سنا رہا تھا مامون رشید کا کہ مامون صاحب کیا تھے رنگین مزاج بادشاہ تھے اور چاہتے تھے کہ سب راضی رہیں سنی بھی شیعہ بھی اور معتزلی بھی انہوں کیا کہ ملک میں متعہ کے جواز کا اعلان کردیا اس سے بہت بے چینی پھیلی اس موقع پر حضرت قاضی یحییٰؒ نے ہمت کرکے مامون سے بات کی اور یہ اعلان ختم کروایا۔ یہ قصہ تو قاضی صاحبؒ کی جرأت مندی کا تھا، اصل قصہ جو ہمارے موضوع سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا معاملہ ہوا؟ کہنے لگے بھائی میں اللہ کے حضور پیش ہوا۔ اللہ نے پوچھا یحییٰ کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا یا اللہ پچپن حج کیے تھے فرمایا: یحییٰ ایک بھی قبول نہیں ہے۔ اللہ میاں ایک سو باون قرآن ختم کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ کہنے لگے کہ یحییٰ ایک بھی قبول نہیں ہے۔ ایک سو باون تو دور رہے ایک بھی ہمارے یہاں قبول نہیں ہے تمہارا قرآن پڑھا ہوا۔ اللہ تعالیٰ اتنی نمازیں فرض پڑھیں، اتنی نمازیں نفل پڑھیں، اتنے روزے رکھے، اتنے اَعمال میں نے کیے، یحییٰ جو کچھ بھی کیا ہمارے یہاں تمہارا کوئی عمل قابل قبول نہیں ہے اب بولو کیا کہتے

ہو؟ حضرت یحییٰ بن اکثمؒ خواب میں انہیں بتاتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یا اللہ بس اب تو آپ کی رحمت کا ہی سہارا ہے اعمال تو گئے' میں تو بس آپ کی رحمت ہی لے کر آیا ہوں، اللہ نے فرمایا کہ ہاں اب قرینے کی بات کی وَجَبَتْ لَكَ رَحْمَتِيْ میری رحمت تم پر واجب ہوگئی اور میں تمہارے لیے جنت کا فیصلہ کرتا ہوں[1] بخشش ہوگئی۔ غور کیجیے، ڈرنے کا مقام ہے یا نہیں عمل کرکر؟ ہم تو پھولے نہیں سماتے ہم نے یہ کر لیا، چودھری صاحب سل لگوا دیتے ہیں۔ ذرا سی ایک اینٹ رکھی مسجد کی سل لگا دی' ریاکاری دکھلاوا، کچھ نہیں، کوئی پتہ نہیں ہمارا عمل اللہ کے یہاں قبول ہوتا ہے یا نہیں ہوتا' مسجد نبوی میں کوئی سل نظر نہیں آئے گی آپ کو، بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا وہاں کوئی بھی سل نہیں ہے لیکن اللہ کے یہاں ان کے عمل اتنے قبول ہوئے کہ جس کی کوئی حد نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی رفعت اور منزلت دی کہ وہاں ایک ایک کیا جانے والا عمل ایسا بھاری اور ایسا وزنی ہے کہ دنیا کے کسی خطے میں کرلو اس کی وہ قیمت نہیں ہے۔

آپ نے حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ کا نام سنا ہوگا، یہ اپنے زمانہ کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے اور بارگاہِ خداوندی میں نہایت مقرب تھے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے آپ کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جس سے آپ کی عظمت اور مرتبہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

''حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نہایت جامع بزرگ تھے، محدث بھی، مفسر بھی صوفی بھی، قاری بھی، ایک بار حبیب

---

[1] منتخب تقریریں اخلاص، ص:۵۱

عجمی شب کو نفل نماز پڑھ رہے تھے، حضرت حسن بصریؒ
اِدھر کو گزرے خیال ہوا کہ ان کے ساتھ شریک ہو جاؤں،
پھر اُن کا قرآن سن کر ان کی اقتدا نہیں کیونکہ وہ عجمی تھے،
رات کو خواب میں حق تعالیٰ کی زیارت کی، عرض کیا:
دُلَّنِیْ عَلٰی اَقْرَبِ الطُّرُقِ اِلَیْکَ، اپنے وصال کا قریب
ترین راستہ بتلا دیجیے، جواب ملا، اَلصَّلٰوۃُ خَلْفَ
الْحَبِیْبِ الْعَجَمِیْ، حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا[1]"

یہ تو تھا حضرت حبیب عجمیؒ کا مرتبہ و مقام اور وفات کے وقت کیا حالت تھی وہ بھی سن لیجیے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ لکھتے ہیں

"حضرت حبیب عجمیؒ (جو مشہور اکابر صوفیاء میں ہیں)
انتقال کے وقت بہت ہی گھبرا رہے تھے، کسی نے عرض کیا
کہ آپ جیسے بزرگ سے یہ گھبراہٹ بعید ہے، اس سے
پہلے تو ایسا حال آپ کا نہ ہوتا تھا (یعنی اتنی گھبراہٹ کسی
بات سے بھی محسوس نہ ہوتی تھی) فرمانے لگے سفر بہت لمبا
ہے توشہ پاس نہیں کبھی اس سے پہلے اس کا راستہ دیکھا
نہیں، آقا اور سردار کی زیارت کرنی ہے، کبھی اس سے پہلے
زیارت نہیں کی، ایسے خوفناک مناظر جو پہلے کبھی نہیں دیکھے،
مٹی کے نیچے تنہا قیامت تک پڑے رہنا ہے، کوئی مونس پاس
نہ ہوگا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ شانہ' کے حضور میں کھڑا ہونا

---

1 ملفوظات حسن العزیز ج:۱، ص:۱۶۰

ہے مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر وہاں یہ سوال ہو گیا کہ حبیب ساٹھ برس میں ایک تسبیح ایسی پیش کر دے جس میں شیطان کا کوئی دخل نہ ہو تو میں کیا جواب دوں گا" حضرت شیخ ؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ حال اس پر تھا کہ ساٹھ برس زندگی میں دنیا سے ذرا سا بھی لگاؤ نہ تھا پھر ہم جیسوں کا کیا حال ہوگا جو کسی وقت بھی دنیا تو درکنار گناہوں سے بھی خالی نہیں ہوتے ہر وقت شیطان ہی کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں[1] "

حضرت شیخ ؒ نے فضائل حج میں ایک واقعہ لکھا ہے جو انتہائی عبرت انگیز واقعہ ہے ذرا وہ بھی سن لیں، حضرت شیخ ؒ لکھتے ہیں

"علی بن موفق ؒ کہتے ہیں کہ میں عرفہ کی شب میں منیٰ کی مسجد میں ذرا سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے سبز لباس پہنے ہوئے آسمان سے اُترے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس سال کتنے آدمیوں نے حج کیا ہے، دوسرے نے جواب دیا کہ مجھے تو معلوم نہیں، تو اِس پوچھنے والے نے خود ہی کہا کہ چھ لاکھ آدمی ہیں، اس نے پھر سوال کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ان میں سے کتنے آدمیوں کا حج قبول ہوا، جواب دیا کہ مجھے تو معلوم نہیں، اِس نے خود ہی بتایا کہ ان میں صرف چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا، یہ کہہ کر وہ دونوں آسمان کی طرف چلے گئے، ابن موفق کہتے ہیں کہ

---

[1] فضائل صدقات حصہ دوم ص: ۴۸۴

اس خواب کی وجہ سے گھبرا کر میری آنکھ کھل گئی اور مجھے بڑا سخت فکر وغم سوار ہوگیا، خود اپنے بارہ میں سوچ میں پڑگیا کہ چھ آدمی کل ہیں جن کا حج قبول ہوا میں بھلا اِن میں کیسے ہوسکتا ہوں، اس کے بعد عرفات سے واپسی پر بھی میں مجمع کو دیکھ رہا تھا اور سخت فکر میں تھا کہ اتنا بڑا مجمع اور اس میں سے صرف چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا ہے، مزدلفہ میں اسی سوچ میں میری آنکھ لگ گئی تو وہی دو فرشتے پھر نظر آئے اور وہی سوال جواب جو اوپر گزرے آپس میں کیے اس کے بعد اس فرشتے نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اس میں کیا حکم فرمادیا؟ دوسرے نے کہا مجھے تو معلوم نہیں تو اس نے کہا یہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان چھ میں سے ہر ایک کے طفیل میں ایک ایک لاکھ کا حج قبول کرلیا جائے، ابن موفق کہتے کہ پھر جو میری آنکھ کھلی تو مجھے اتنی خوشی ہورہی تھی کہ بیان سے باہر ہے[1]

بہر حال بھائی یہ واقعات ہمیں دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ ہم یہ سوچیں کہ یہ عمل جو ہم نے کیا ہے معلوم نہیں کہ بارگاہِ خداوندی میں قبول بھی ہوا یا نہیں؟

فکر کا فائدہ

دیکھیے جب کوئی عمل کرکر ہمیں ڈر اور فکر ہوگا تو پھر ہم بہت سی برائیوں سے بچیں گے خود سوچیے جس کے دل میں ڈر ہوگا خوف ہوگا وہ ریاکاری کرے گا؟ نہیں وہ ریا سے بچے گا۔ وہ ہار پہنے گا؟ نہیں اسے ہار وار کا

[1] فضائل حج ص ۱۹

خیال بھی نہیں آئے گا، وہ بناوٹ سجاوٹ کرے گا؟ وہ بتیاں لگوائے گا؟ نہیں وہ تو ڈر رہا ہے کہ معلوم نہیں اس کا یہ عمل قبول بھی ہوا یا نہیں، ایسی صورت میں اِسے اِن خرافات کی نہیں سوجھے گی۔ آج کل چونکہ ہم میں ڈر خوف نہیں رہا ہے اِس لیے اِن خرافات میں پڑ گئے، مسجدیں سج رہی ہیں ہار پہنے جا رہے ہیں مُوویاں بن رہی ہیں، خدا کی پناہ اللہ ہمیں سمجھ کی توفیق دے، خیر بھائی ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی قرآن پڑھنے کی، قرآن سننے کی، تراویح پڑھنے کی، روزے رکھنے کی، اب ہم اللہ کا شکر بھی کرتے ہیں اور اللہ کے حضور میں گڑگڑاتے بھی ہیں کہ یا اللہ ہمیں پتہ تو ہے نہیں قبولیت کا۔ ہاں درخواست کرتے ہیں کہ تو اپنے فضل سے قبول کر لے یہ نبیوں کا طریقہ ہے کہ اللہ کے حضور میں قبولیت کی دعا کریں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو بنایا تو ہاتھ کھڑے کر دیے یا اللہ عمل تو کر لیا اب قبول کرنا تیرا کام ہے۔ تو ہم بھی اللہ کے حضور میں ہاتھ پھلاتے ہیں۔

اللّٰھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یاذا الجلال و الاکرام .... یا اللہ! اس ماہِ مبارک میں ہم نے جو بھی ٹوٹے پھوٹے عمل کیے ہیں ان کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرما لے، ہم سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ غلطیاں ہوئی ہیں ان سے درگذر فرما۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے اس رمضان کی برکت سے ہماری مغفرت فرما دے جہنم سے خلاصی نصیب فرما دے قرآن مجید جو ہم نے پڑھا یا اللہ اپنی بارگاہ میں قبول فرما لے اور جن لوگوں نے سنا یا اللہ اُن کے سننے کو قبول فرما لے.......... برحمتك یا ارحم الراحمین۔

قبولیت عمل کی دو شرطیں

اخلاص اور اتباع

حضرت مولانا نعیم الدین مدظلہم
استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ
مدیر صفہ ٹرسٹ لاہور

صفہ ٹرسٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیرِ نظر تقریر "قبولیت عمل کی دو شرطیں، اِخلاص اور اِتباع" کے موضوع پر حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم نے جامع مسجد عثمانؓ موہنی روڈ لاہور میں ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ/ ۴ جنوری ۲۰۰۰ء کو تراویح میں اپنے قرآنِ پاک کی تکمیل کے موقع پر تقریباً دو سو اَفراد کی موجودگی میں فرمائی تھی

راقم الحروف نے اس تقریر کو کیسٹ کے سینے سے کاغذ کے سفینہ پر منتقل کر کے حضرت مولانا مدظلہم سے گزارش کی کہ آپ اِس پر نظر ثانی فرمالیں، حضرت مولانا مدظلہم نے کرم فرماتے ہوئے نظرِ ثانی نیز مفید اضافے بھی فرمائے جن سے اِس تقریر کی اِفادیت دوچند ہوگئی

"صفہ ٹرسٹ" کے شعبہ نشر واشاعت نے رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ/ دسمبر ۲۰۰۱ء میں اِسے رسالہ کی صورت میں شائع کیا تو عوام میں بہت مقبول ہوا، اللہ تعالیٰ سے قوی اُمید ہے کہ عوامی مقبولیت کو اپنے نزدیک قبولیت کا درجہ عطا فرمائیں گے، اب ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ/ ۵ اگست ۲۰۱۳ء میں اس رسالہ کو "خطبات مولانا نعیم الدین" کی پہلی جلد کا حصہ بنایا جارہا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا۔ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰنَا الْعَظِيْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَ نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَ الشّٰكِرِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى عَدَدَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى

معزز حاضرین، محترم سامعین!

مختصر وقت میں کچھ باتیں آپ کے گوش گزار کرنی ہیں دعا کریں اللہ تعالیٰ حق بات کہنے، سننے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سب سے پہلے تو ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں شکر ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے

ہمیں قرآن پڑھنے اور سننے کی توفیق دی اور اس کے ساتھ ہی یہ گزارش بھی کرتے ہیں کہ وہ ہمارا پڑھنا اور سننا قبول فرمالیں۔ جیسا بھی پڑھا گیا اور سنا گیا، یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہم سے پڑھنے اور سننے کا حق ادا نہیں ہو سکتا اس لیے جیسا بھی پڑھا اور سنا گیا دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرمالیں۔

اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کرتے رہنا چاہیے

اللہ تعالیٰ کے حضور میں قبولیت کی دعا کرتے رہنا چاہیے، انبیاء کرام کا طریقہ اور تعلیم یہی ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں آتا ہے کہ آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی معیت میں ''بیت اللہ'' کو تعمیر کیا تو اس موقع پر بہت سی دعائیں کیں جن میں ایک دعا یہ بھی تھی رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ مولیٰ ہم نے آپ کی دی ہوئی توفیق سے یہ گھر بنا تو لیا ہے اب آپ سے ہماری درخواست ہے کہ اس عمل کو قبول بھی فرمالیں۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل سے نکلی ہوئی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو ایسی قبولیت عطا فرمائی جو کائنات میں کسی گھر کو نصیب نہیں ہوئی، دنیا کے کونہ کونہ سے لوگ اس کی طرف کھنچے چلے جارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی طرف جانا بھی عبادت بنا دیا اس کے گرد گھومنا بھی عبادت بنا دیا، اسے دیکھنا بھی عبادت بنا دیا، وہاں کوئی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس عبادت کا درجہ اس قدر بڑھا دیتے ہیں کہ حیرت ہوتی

ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ''مسجد حرام میں پڑھی جانے والی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے[1]'' اسی حدیث کے پیش نظر علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ حرم کعبہ میں کی جانے والی ہر عبادت کا ثواب ایک لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے گویا اگر آپ وہاں ایک مرتبہ پورا قرآن پاک پڑھیں تو آپ کو ایک لاکھ مرتبہ پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ اور ایک روپیہ اللہ کے راستے میں خرچیں تو ایک لاکھ روپے خرچنے کا ثواب ملے گا، حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں ''مکہ میں ایک روزہ مکہ سے باہر ایک لاکھ روزوں کے برابر ہے[2]''۔ اللہ اکبر کوئی شان ہے، قبولیت کی ، بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقۂ عمل سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس کے قبول فرمالینے کی دعا بھی کرنی چاہیے۔

قبولیت کے بغیر عمل بے کار ہے

اور بھائی سچی بات ہے قبولیت کے بغیر عمل بیکار ہے، انسان ساری زندگی عمل کرتا رہے لیکن اگر وہ عمل قبول نہ ہوا تو سب بے کار گیا۔

دلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اَولیاء رحمہ اللہ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کے ایک محبوب مرید تھے خواجہ امیر حسن علاء سجزی رحمہ اللہ یہ اپنے شیخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے ملفوظات لکھا کرتے تھے، ایک دن خواجہ امیر حسنؒ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ حضرت: ''شیخ سعدیؒ کی گلستان بوستان بڑی مشہور ہیں اگر میں چاہوں تو ان سے اچھی لکھ سکتا ہوں'' خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے یہ سن کر سر جھکا

---

[1] ابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ ص:۷۲ ، [2] فضائل حج ص:۸۲

لیا، کچھ لمحے اسی طرح رہے پھر سر اٹھا کر فرمایا: ''ٹھیک ہے کتاب تو تم گلستان، بوستان سے اچھی لکھ لو گے لیکن یہ بتاؤ کہ وہ قبولیت جو اللہ تعالیٰ نے گلستان، بوستان کو عطا کر دی ہے وہ کہاں سے لاؤ گے'' معلوم ہوا اصل چیز قبولیت ہے، اگر قبولیت ہو تو تھوڑا عمل بھی کارآمد ہے ورنہ سب بے کار۔

اکبر کے درباری فیضی نے ایک تفسیر لکھی تھی ''سواطع الالہام'' فیضی نے اس تفسیر میں یہ اہتمام کیا تھا کہ اول سے لے کر آخر تک تمام حروف بغیر نقطے کے استعمال کیے تھے اسی لیے اس تفسیر کو تفسیر بے نقط کہتے ہیں پوری تفسیر پڑھ جائیں ایک حرف بھی نقطے والا نہیں ملے گا۔ نہ جانے اس شخص کو یہ تفسیر لکھنے میں کس قدر محنت کرنی پڑی ہو گی لیکن اسے قبولیت حاصل نہیں ہو سکی آج خال خال افراد کے سوا کوئی بھی اسے نہیں جانتا کسی نے دیکھی بھی نہیں ہو گی، اس کے برعکس ہمارے مدارس میں ایک تفسیر پڑھائی جاتی ہے جس کا نام ہے ''تفسیر جلالین'' یہ تفسیر جلال الدین نام، کے دو بزرگوں نے لکھی ہے جن میں سے ایک استاذ ہیں دوسرے شاگرد، تفسیر مختصر ہے اتنی مختصر کہ بعض مقامات پر قرآن پاک کے الفاظ اور تفسیر کے الفاظ بالکل برابر ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اس قدر مقبولیت سے نوازا ہے کہ عرب وعجم کے دینی مدارس میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے اور لاکھوں کی تعداد میں چھپتی چھپاتی ہے، معلوم ہوا اصل چیز قبولیت ہے۔ اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ہمارے اعمال کو قبول فرمالے۔

اَعمال کے قبول ہونے کی دو شرطیں ہیں

میرے محترم بھائیو! انسانی فطرت ہے کہ وہ جو عمل کرتا ہے اس کی خواہش

ہوتی ہے کہ اس کا وہ عمل قبول ہو جائے، علماء نے لکھا ہے کسی بھی عمل کے اللہ کے یہاں قبول ہونے کی دو شرطیں ہیں (۱) ایک یہ کہ اخلاص کے ساتھ عمل کیا جائے (۲) دوسرے یہ کہ وہ عمل سنت کے مطابق ہو۔ اور یہ بات علماء نے اپنی طرف سے نہیں کہی قرآن پاک سے یونہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"وَ مَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ" الآیہ

یعنی اس سے بہتر کسی کا طریقہ نہیں ہوسکتا جس میں دو باتیں پائی جائیں ایک اَسْلَمَ وَجْهَهٗ اپنی ذات کو اللہ کے سپرد کردے، ریاکاری اور دنیا سازی کے لیے نہیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عمل کرے، دوسرے وَهُوَ مُحْسِن "یعنی وہ عمل بھی درست طریقہ پر کرے۔

امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں درست طریقہ پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا عمل (خودساختہ طرز پر نہ ہو بلکہ) شریعت مطہرہ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہوا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیم کے مطابق ہو[1]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی عمل کے قبول ہونے کی دو شرطیں ہیں (۱) اخلاص (۲) حسن عمل، اور حسن عمل نام ہے اتباع سنت کا، تو اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی بھی عمل کے قبول ہونے کے لیے دو شرطوں کی ضرورت ہے ایک اخلاص دوسرے اتباع سنت، اور یہ دونوں شرطیں ایسی ہیں جو آپس میں لازم و ملزوم ہیں، اگر اخلاص ہو اور اتباع سنت نہ ہو تو بھی عمل

---

[1] تفسیر ابن کثیر عربی ج:۱، ص:۵۵۹

قبول نہیں، اور اگر اتباع سنت تو ہو لیکن اخلاص نہ ہو تو بھی عمل قبول نہیں۔ اسے مثال سے سمجھیے ایک شخص یہ سوچ کر کہ نماز بہت اجر و ثواب والی اور بڑی عظیم عبادت ہے، فجر کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھتا ہے اور نہایت اخلاص کے ساتھ پڑھتا ہے، بتلایئے اس کی یہ نماز قبول ہو جائے گی؟ نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ اخلاص تو ہے لیکن اتباع سنت نہیں حضور علیہ السلام نے خود دو رکعت پڑھیں دو ہی پڑھنے کا حکم دیا کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ دو کے بجائے چار پڑھے، ایسے ہی کوئی شخص مغرب کی تین رکعات کے بجائے ایک اور ساتھ ملا کر چار رکعت پڑھے تو کیا اس کی مغرب کی نماز ہو جائے گی؟ نہیں کیوں؟ اتباع سنت نہیں، اسی پر قیاس کر لیجیے ان تمام رسومات اور بدعات کو جو لوگ کرتے تو انتہائی محبت اور اخلاص کے ساتھ ہیں لیکن ان میں اتباع سنت نہیں ہوتی، اتباع سنت نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب بے کار ہیں۔

اب دوسرے پہلو کو لیجیے کہ اتباع سنت تو ہو لیکن اخلاص نہ ہو، اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص سنت کے مطابق نماز پڑھے لیکن دکھلاوے اور ریا کاری کے لیے پڑھے، کوئی روزہ تو شریعت کے حکم کے مطابق رکھے لیکن اپنے روزہ کا لوگوں میں چرچا کرتا پھرے، حج کے لیے جائے اور نام و نمود کے تمام اسباب پیدا کر دے، جہاد پر جائے اور اپنی بہادری اور جرأت کے گن گاتا پھرے ایسی صورت میں اگرچہ وہ عمل بطریق سنت کر رہا ہے لیکن اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے سب بیکار ہے۔ ان مثالوں سے آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ اخلاص اور اتباع سنت دونوں لازم و ملزوم ہیں اگر ان میں سے ایک بھی نہ پایا گیا تو عمل بیکار ہو جائے گا۔ اخلاص چاہے کتنا ہی

کیوں نہ ہو اگر اتباع سنت نہ ہو تو وہ اخلاص بیکار ہے۔ اور اتباع چاہے کیسی ہی کیوں نہ ہو اگر اخلاص نہ ہو تو وہ اتباع بیکار ہے۔ قبولیت عمل کے لیے اخلاص اور اتباع دونوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

اخلاص

کتاب وسنت میں اخلاص کی کیا اہمیت ذکر کی گئی ہے، اخلاص کی کیا برکات ہیں اور اخلاص کسے کہتے ہیں ان سب باتوں کا جاننا ہمارے لیے ضروری ہے۔ اس لیے بقدر ضرورت ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے آپ حضرات توجہ سے ان باتوں کو سنیں اور عمل کی کوشش کریں، کتاب وسنت میں اخلاص کا کثرت سے تذکرہ کیا گیا ہے جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (۳۹:۲)

بلاشبہ ہم نے اتاری ہے آپ کی طرف کتاب ٹھیک ٹھیک، سو آپ بندگی کیجیے اللہ کی خالص کرتے ہوئے بندگی کو اس کے لیے، نیز فرمایا

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (۳۹:۱۱)

آپ فرما دیجیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اسی کے لیے خالص کر کے بجالاؤں۔

ایک مقام پر فرمایا

هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (۴۰:۶۵)

وہ زندہ رہنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اس کو پکارو اس حال میں کہ بندگی اس کے لیے خالص کرنے والے ہو، ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا

وَمَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (۹۸:۵)

ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لیے خالص رکھیں،

ان آیات کریمہ میں کسی خاص عبادت کا نام لیے بغیر مطلق عبادت کو اللہ کی رضا کے لیے کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا ہر وہ کام جو طاعت و عبادت کے زمرہ میں آتا ہے وہ اخلاص کے ساتھ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے،

اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی اخلاص کی تاکید فرمائی ہے، ایک حدیث شریف میں آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَخْلِصُوْا اَعْمَالَکُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی لَا یَقْبَلُ مِنَ الْاَعْمَالِ اِلَّا مَا خَلَصَ لَهُ"[۱] الحدیث

لوگو اخلاص کے ساتھ عمل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ وہی اعمال قبول کرتے ہیں جو خالص اُن کی رضا کے لیے کیے گئے ہوں۔

---

[۱] الترغیب والترہیب للمنذری ج:۱، ص:۲۳

حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، یہ بتلایئے ایک شخص جہاد کرتا ہے اور اُس کی نیت ثواب اور شہرت دونوں کے حاصل کرنے کی ہے اسے اس جہاد سے کیا حاصل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''لَاشَیْئَ لَہٗ'' اُسے کچھ حاصل نہیں ہوگا، اُن صاحب نے تین بار یہی سوال کیا، آپ نے ہر بات یہی جواب دیا، پھر آپ نے فرمایا: ''اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ لَا یَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَاکَانَ لَہٗ خَالِصًا وَّابْتُغِیَ وَجْھُہٗ''[1] اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتے ہیں جو خالص اُنہی کے لیے کیا گیا ہو اور اُس سے اُنہی کی رضا مطلوب ہو،

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَافِیْھَا اِلَّا مَا ابْتُغِیَ بِہٖ وَجْہُ اللّٰہِ تَعَالٰی''[2]

دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اس چیز کے جس سے خدا کی ذات مقصود ہو۔

حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

''قیامت کے دن دنیا حاضر کی جائے گی، اُس میں جو کچھ خدا کے لیے ہوگا اسے الگ کر لیا جائے گا باقی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا''[3]

میرے محترم بھائیو! ان احادیث مبارکہ پر غور کیجیے ان سے کس قدر صراحت کے ساتھ معلوم ہو رہا ہے کہ آخرت میں صرف وہی عمل کارآمد ہوگا جو اخلاص کے ساتھ کیا گیا ہوگا اس لیے ہمیں اپنے اندر اخلاص پیدا کرنا چاہیے۔

---

[1] الترغیب والترہیب للمنذری ج:۱، ص:۲۳ ، [2] ایضاً:۲۴ ، [3] ایضاً:۲۴

اخلاص کی برکات

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص کی بڑی برکات اور بڑے فائدے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو سنا آپ فرمارہے تھے

"طُوْبٰی لِلْمُخْلِصِیْنَ اُولٰئِكَ مَصَابِیْحُ الْهُدٰی تَنْجَلِیْ عَنْهُمْ کُلُّ فِتْنَةٍ ظَلْمَاءَ"[1]

خوشخبری ہے اخلاص والوں کے لیے یہ حضرات ہدایت کے چراغ ہیں جن کی وجہ سے ہر سیاہ فتنہ دور ہو جاتا ہے،

دیکھا آپ نے مخلصین کا وجود کس قدر قیمتی ہے کہ ان کے وجود سے سیاہ و تاریک فتنے دور ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا ظَهَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰی لِسَانِهٖ"[2]

جو شخص اللہ کی رضا کے لیے چالیس دن اخلاص اختیار کرتا ہے حکمت کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ کر اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔

یہ ہے اخلاص کی برکت، جو صرف چالیس دن اخلاص اختیار کرلے گا اُس کی زبان پر حکمت کے چشمے جاری ہو جائیں گے یعنی اس کی زبان سے حکمت و دانائی کی باتیں بیان ہوں گی، یہ تو چالیس دن اخلاص اختیار کرنے

---

[1] الترغیب والترہیب للمنذری ج:۱، ص:۲۳۔ [2] ایضا:۲۴

پر ہے اور جو شخص ساری زندگی کے لیے اخلاص اپنائے گا اُسے کیا ملے گا؟ یہ بھی حدیث سے سنتے چلیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"مَنْ فَارَقَ الدُّنْیَا عَلَی الْإِخْلَاصِ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ آتَی الزَّکٰوةَ فَارَقَهَا وَاللّٰهُ عَنْهُ رَاضٍ"[1]

جو شخص اس حال میں دنیا سے رخصت ہوا کہ خدائے وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ کے لیے مخلص تھا اور (اپنی زندگی میں) نماز پر قائم رہا اور (اگر صاحب مال تھا تو) زکوٰۃ دیتا رہا تو یہ شخص دنیا سے اس حال میں جدا ہوا کہ اللہ اس سے راضی تھے۔

غور کیجیے اخلاص پر اللہ کی رضا نصیب ہو رہی ہے اللہ کی رضا بہت بڑی نعمت ہے، خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو دی جانے والی نعمتوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ اُس کی رضا مندی ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے حدیث شریف میں آتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

''اللہ تعالیٰ جنتیوں کو آواز دیں گے کہ: اے جنتیو، تمام جنتی (آواز سن کر) جواب دیں گے کہ پروردگار ہم حاضر ہیں تیری خدمت میں موجود ہیں تمام تر بھلائی تیرے ہی قبضۂ قدرت اور اختیار میں ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے (میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ) کیا تم (جنت کا انعام پا کر) مجھ

---

[1] الترغیب والترہیب للمنذری ج:۱، ص۲۲

سے راضی اور خوش ہو؟ جنتی عرض کریں گے کہ پروردگار
بھلا ہم آپ سے راضی اور خوش کیوں نہیں ہوں گے آپ
نے تو ہمیں وہ بڑی سے بڑی نعمت اور سرفرازی عطا فرمائی
ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کی، اللہ تعالیٰ
فرمائیں گے کیا میں اس سے بھی بڑی اور اس سے بھی بہتر
نعمت تمہیں عطا نہ کروں؟ وہ کہیں گے پروردگار اس سے
بھی بڑی اور اس سے بھی بہتر نعمت اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ
فرمائیں گے میں تمہیں اپنی رضا اور خوشنودی عطا کرتا ہوں
اب میں تم سے کبھی ناخوش نہ ہوں گا۔[1]

یہ ہے اللہ کی رضا جو اخلاص اختیار کرنے پر مل رہی ہے، کوشش کریں کہ ہمارے ہر عمل میں اخلاص پیدا ہو جائے، یاد رکھیے اگر اخلاص ہوگا تو تھوڑا سا عمل بھی کارآمد ہو جائے گا، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مجھے حضور علیہ السلام نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ نصیحت فرما دیجیے اس پر آپ نے فرمایا: ''اَخْلِصْ دِیْنَکَ یَکْفِکَ الْعَمَلُ الْقَلِیْلُ''[2] اپنے دین میں اخلاص پیدا کرنا اس طرح تمہیں تھوڑا سا عمل بھی کافی ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھوٹی سی نصیحت میں بہت بڑی بات ارشاد فرما دی، فرمایا دین میں اخلاص پیدا کرلو اس طرح تھوڑا سا عمل بھی کافی ہوگا مطلب یہ ہے

---

[1] بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص:۴۹۶ ، [2] الترغیب والترہیب للمنذری ج:۱، ص:۲۲

کہ شریعت کا جو بھی کام کرو اخلاص کے ساتھ کرو یہ مطلب ہم اس لیے لے رہے ہیں کہ دین شریعت الٰہی کے تمام احکام کے سامنے سر جھکا دینے کا نام ہے اس لحاظ سے دین میں اخلاص پیدا کرنے کا مطلب شریعت کے تمام احکام میں اخلاص پیدا کرنا ہوا جس کا حاصل یہی ہوا کہ جو کام بھی کرو اخلاص کے ساتھ کرو، ہمارے اسلاف نے اس رمز کو سمجھا تھا اس لیے ان کا ہر کام اخلاص کے ساتھ ہوتا تھا وہ لوگ اخلاص کے اس مرتبے پر فائز تھے کہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، انہوں نے اخلاص کی برکت سے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے تھے جو ہم جیسے لوگ سوچ بھی نہیں سکتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہ تعالٰی وَجْھَہٗ کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ ایک کافر کے قتل کرنے کے واسطے اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اس نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا آپ فوراً اُتر پڑے اور اس کو چھوڑ دیا۔ اس نے پوچھا کہ آپ باوجود اس کے مجھ پر غالب ہو گئے تھے اور میں پوری طرح آپ کے قبضہ میں آ گیا تھا پھر گستاخی بھی سخت کی باوجود ان مقتضیات کے پھر کیا وجہ پیش آئی کہ الگ ہو گئے اور قتل نہیں کیا۔ فرمایا کہ تیرے تھوکنے سے پہلے تو میری نیت اللہ کے واسطے تجھ کو مارنے کی تھی اور جب تو نے تھوکا تو غصہ آ گیا اور نفس نے کہا کہ جلدی اس گستاخ کا کام

تمام کر دو تو اب نفس کی آمیزش ہو گئی۔ اگر قتل کرتا تو
خالص اللہ کے لیے نہ ہوتا اس لیے میں نے چھوڑ دیا وہ یہ
دیکھ کر مسلمان ہو گیا"۔[۱]

دیکھا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بدولت ایک کافر مسلمان ہو گیا۔ اب اگر آگے اس کی نسل چلی اور وہ مسلمان ہوئی تو سب کے اسلام اور اعمال کا اجر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملے گا، یہ بات میں نے بارہا بیان کی ہے کہ اگر ایک بندہ راہ راست پر آجائے تو سمجھو کہ ایک خاندان راہ راست پر آ گیا اگر ایک بندہ مسلمان ہو گیا تو سمجھو کہ ایک خاندان مسلمان ہو گیا۔ اب جتنے افراد اس کی نسل میں مسلمان ہوں گے سب کا ثواب اس مسلمان کرنے والے کو ملے گا۔

شیخ ابو الحسین نوری رحمۃ اللہ کا اخلاص

تیسری صدی ہجری کا قصہ ہے جس میں وقت کا حاکم عباسی حکمران ابو العباس احمد بن موفق المعروف بہ معتضد باللہ تھا جو بہت سی خوبیوں کے باوصف بہت سی خرابیوں کا بھی شکار تھا۔ علامہ سیوطی (م:۹۱۱ھ) اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ سخت گیر حکمران تھا، اس کو کسی پر غصہ آجاتا تھا تو پھر معاف نہیں کرتا تھا، اکثر مجرموں کو زندہ زمین میں گڑوا دیتا تھا"[۲] اس بادشاہ کے زمانے میں ایک بزرگ گزرے ہیں شیخ ابو الحسین احمد بن محمد نوری رحمہ اللہ (م۲۹۵ھ) حضرت تھانویؒ نے آپ کے احتساب کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے جو دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ نصیحت آموز بھی ہے اور اس سے آپ کے کامل اخلاص کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

---

[۱] وعظ ذم الھوی مشمولہ آداب انسانیت ص:۳۱ ، [۲] تاریخ الخلفاء عربی ص:۳۶۸

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔

''ایک بار ایک موقع پر چلے جا رہے تھے چلتے چلتے دجلہ کے کنارے پہنچے دیکھا کہ شراب کے مٹکے کشتیوں سے اتر رہے ہیں پوچھا کہ ان میں کیا ہے؟ کشتی والے نے کہا کہ شراب ہے۔ خلیفہ وقت معتضد باللہ کے لیے آئی ہے اور وہ دس مٹکے تھے۔ شیخ کو غصہ آیا اور کشتی والے کی لکڑی مانگ کر انہوں نے نو مٹکے یکے بعد دیگرے توڑ ڈالے اور ایک مٹکا چھوڑ دیا۔ چونکہ یہ شراب خلیفہ کے لیے لائی گئی تھی اس لیے ان کا براہ راست خلیفہ کے ہاں چالان کر دیا گیا۔ معتضد باللہ نہایت ہیبت ناک صورت میں بیٹھ کر اجلاس کیا کرتا تھا۔ لوہے کی ٹوپی اوڑھتا تھا اور لوہے کی زرہ اور لوہے کا گرز ہاتھ میں ہوتا تھا اور لوہے کی کرسی پر بیٹھتا تھا، آپ کی دربار میں طلبی ہوئی آپ بلا جھجک دربار میں تشریف لے گئے نہ ڈرے نہ گھبرائے اور نہ آپ کے دل پر اس کے دربار کی ہیبت کا رتی بھر اثر ہوا۔

یہ اولیاء کی شان ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کے دربار میں جاتے وقت اُن کے دل میں ذرا بھی تغیر نہیں آتا، وہ بادشاہوں سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوتے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ایک خلیفہ ہیں حضرت خواجہ قطب الدین منورؒ اُن کا واقعہ ذہن میں آیا وہ بھی سنتے چلیں

گئے، حسن سر برہنہ نے واصلانِ حق کی علامتیں حضرت شیخ قطب الدین منور کی پیشانی میں مشاہدہ کیں اور تکلف اور ریاکاری سے آپ کو عاری پایا تو اس نے شیخ منور سے عرض کیا کہ آپ کیوں پیدل چلنے کی زحمت فرماتے ہیں۔ گھوڑے آپ کے ساتھ چل رہے ہیں آپ سوار کیوں نہیں ہوتے شیخ منور نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں میں الحمدللہ پیدل چلنے کی قوت رکھتا ہوں جب آپ اپنے آباء و اجداد کے قبرستان کے قریب پہنچے تو فرمایا، اگر تم اجازت دو تو میں اپنے آباء و اجداد کی زیارت کرلوں، اس نے کہا اچھا زیارت کر لیجیے آپ نے اپنے آباء و اجداد کی قبروں کی پائنتی کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کہ کنج سے خود اپنے اختیار سے نہیں جا رہا ہوں بلکہ مجھے زبردستی لے جایا جا رہا ہے، خدا کے چند بندے جو میرے لواحقین میں سے ہیں میں ان کو بغیر خرچ کے چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب آپ ان بزرگوں کے روضے سے باہر آئے تو آپ نے دیکھا ایک شخص کچھ روپے لیے کھڑا ہے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے نذر مانی تھی چونکہ میرا کام ہو گیا یہ رقم بطور شکرانے کے آپ کی خدمت میں لایا ہوں شیخ منور نے اس کا شکرانہ قبول فرما کر اس سے فرمایا کہ میرے گھر میں خرچ کے لیے

کچھ نہیں جاؤ یہ رقم میرے گھر پہنچا دو الغرض آپ ہنسی تک جو ہانسی سے چار کوس کے فاصلے پر ہے پاپیادہ آئے سلطان محمد تغلق کو جب شیخ منور کے آنے کی خبر ہوئی اور شیخ حسن سر برہنہ نے شیخ منور کے متعلق جو مشاہدہ کیا تھا وہ بادشاہ کے سامنے بیان کیا تو اس نے ملنے کے بجائے حکومت کے نشے میں سرمست ہوکر نہایت غرور وتکبر سے شیخ منور کو دہلی حاضر کرنے کا حکم دیا اور وہاں سے دہلی کی طرف روانہ ہو گیا جب سلطان محمد تغلق دہلی پہنچا تو حضرت شیخ منور کو ملاقات کے لیے اپنے حضور میں طلب کیا اس موقع پر جب کہ حضرت شیخ منور بادشاہ کی ملاقات کے لیے جا رہے تھے آپ نے سلطان السلاطین فیروز شاہ خلد اللّٰہ ملکہ و سلطنتہ سے جو اس زمانے میں نائب باربک تھا کہا کہ ہم درویش ہیں، بادشاہوں کے آداب مجلس اور اُن سے گفتگو کرنے کا طریقہ نہیں جانتے آپ جیسا مشورہ دیں گے اس پر عمل کیا جائے گا اس نے عرض کیا کہ چونکہ آپ کی نسبت بادشاہ کے دل میں یہ بٹھا دیا گیا ہے کہ آپ ملوک وسلاطین کی طرف التفات نہیں فرماتے اور ان کے آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے، مناسب یہ ہے کہ آپ اس ملاقات کے وقت نہایت تواضع اور اخلاص ونرمی سے پیش آئیں۔ جب حضرت شیخ منور دربار شاہی میں تشریف لے

جا رہے تھے تو شیخ زادہ نور الدین، اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ مرتبے کے لوگوں کے درجے پر پہنچائے پیچھے پیچھے چل رہے تھے دربار کے امراء وملوک کا ہجوم اوران کے شان و شکوہ کو دیکھ کر شیخ زادہ نور الدین ہراساں ہونے لگے، کیونکہ وہ کم عمر تھے اورانہوں نے دربار شاہی کبھی نہ دیکھا تھا شیخ قطب الدین منور پر جب باطنی نور سے ان کا یہ حال منکشف ہوا تو آپ نے شیخ زادہ نور الدین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بابا نور الدین اَلْعَظْمَةُ وَ الکبریاءُ لِلّٰہِ عظمت اور کبریائی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے شیخ زادہ نور الدین کا بیان ہے کہ آپ کی یہ بات سنتے ہی میں نے اپنے اندر ایک توانائی محسوس کی اور دربار شاہی کا وہ رعب میرے دل سے بالکلیہ ہی زائل ہو گیا اور وہ امراء اور ملوک مجھے بکریوں کی طرح نظر آنے لگے الغرض جب بادشاہ نے یہ جان لیا کہ شیخ منور کے تشریف لانے کا وقت قریب ہے تو وہ اٹھا اور کمان لے کر تیر اندازی میں مشغول ہو گیا۔ یہاں تک کہ شیخ منور اس کے سامنے پہنچے جب بادشاہ نے شیخ کی پیشانی میں ولایت کے تمام آثار دیکھے تو فوراً آپ کی تعظیم کے لیے اُٹھا اور مصافحہ کیا۔ شیخ نے مصافحہ کرتے وقت سلطان کے ہاتھ کو زور سے پکڑا۔ پہلی ہی ملاقات میں وہ بادشاہ کہ جو اولیاء اللہ کو اپنے ظلم

سے تہہ تیغ کرتا تھا وہ دل سے آپ کا معتقد ہو گیا اور عرض
کیا کہ میں آپ کے شہر میں پہنچا لیکن آپ نے میری
تربیت نہ فرمائی اور اپنی ملاقات سے بھی مشرف نہ کیا، شیخ
نے فرمایا کہ پہلے تو میرے شہر ہانسی کو دیکھئے پھر ہانسی کے
اس درویش بچے کو دیکھئے میں اپنے آپ کو بادشاہوں کی
ملاقات کے لائق نہیں پاتا، میں ایک گوشے میں بیٹھا ہوا
بادشاہ اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا گوئی میں مشغول
ہوں اس لیے مجھے معذور سمجھیے، سلطان محمد تغلق شیخ قطب
الدین منور کی صفات کو دیکھ کر اور آپ کی تقریر دل پذیر کو
سن کر جو تصنع اور تکلف سے بالکل پاک تھی بے حد متاثر ہوا
اس کا دل نرم پڑا اس نے سلطان السلاطین فیروز شاہ سے
جو فطرتاً حلم اور حسن اخلاق سے آراستہ تھا فرمایا کہ جو کچھ
شیخ کا مقصد ہے پورا کیا جائے شیخ قطب الدین منور نے
فرمایا کہ میرا مقصود اور مطلوب ذات خداوند تعالیٰ اور اپنے
آباء و اجداد کا کنج اور اس کے بعد اپنے شیخ کی خدمت
ہے پھر آپ وہاں سے واپس ہوئے۔

سلطان محمد تغلق کہتا تھا کہ جتنے مشائخ سے میں نے مصافحہ
کیا ہے اُن مشائخ کے مصافحے کے وقت ہاتھ کانپتے تھے
مگر شیخ قطب الدین منور کے ہاتھ میں مصافحہ کرتے وقت
بالکل لرزش نہ تھی ان بزرگ نے دینی قوت کی وجہ سے

مصافحہ کرتے وقت میرے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑا اسی سے
میں نے جان لیا کہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں حاسدوں
نے مجھے ان کے متعلق غلط خبر دی ہے پھر میں نے اُن کی
پیشانی سے بھی دین کے شکوہ کو محسوس کیا‘‘[1]

بہرحال بھائی، اللہ والے سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے یہی حال حضرت شیخ ابوالحسین نوریؒ کا تھا وہ بادشاہ وقت معتضد کے دربار میں پہنچے

’’معتضد نے نہایت کڑک کر ہولناک آواز سے پوچھا کہ
تم نے یہ کیا کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے
کیا ہے آپ کو بھی معلوم ہے دریافت کرنے کی ضرورت
نہیں ورنہ میں یہاں تک نہ لایا جاتا معتضد یہ جواب سن کر
برہم ہوا اور پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی کیا تم محتسب
ہو؟ شیخ نے فرمایا کہ ہاں محتسب ہوں خلیفہ نے پوچھا کہ تم
کو کس نے محتسب بنایا ہے فرمایا کہ جس نے تجھ کو خلیفہ بنایا
ہے خلیفہ نے پوچھا کہ کوئی دلیل ہے فرمایا کہ
یَا بُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ
وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ط
(قائم کر نماز کو حکم کر نیک باتوں کا اور روک لوگوں کو بری
باتوں سے اور اس سے جو تجھ کو تکلیف پہنچے اس پر صبر کر)
معتضد یہ بے باکی کی باتیں سن کر متاثر ہوا اور کہا کہ ہم

---

[1] سیر الاولیاء ص: ۴۰۱

نے تم کو آج سے محتسب بنایا مگر ایک بات بتاؤ کہ ایک
مٹکہ تم نے کیوں چھوڑ دیا؟ فرمایا کہ جب میں نے نو مٹکے
توڑ ڈالے تو نفس میں خیال آیا کہ اے ابوالحسین! تو نے
بڑی ہمت کا کام کیا کہ خلیفۂ وقت سے بھی نہ ڈرا میں نے
اُسی وقت ہاتھ روک لیا کیونکہ اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی
رضا مندی کے لیے توڑے تھے اگر اب توڑوں گا تو وہ
نفس کے لیے ہوگا اس لیے دسواں مٹکا چھوڑ دیا[1]

حضرت شیخ ابوالحسین نوری رحمہ اللہ اپنے زمانے کے اولیاء کبار میں سے تھے آپ حضرت سری سقطیؒ (م: ۲۵۳ھ) کے مرید، حضرت شیخ احمد بن ابی الحواریؒ (م: ۲۳۰ھ) کے صحبت یافتہ اور حضرت جنید بغدادیؒ (م: ۲۹۷ھ) کے ہم عصر تھے۔

آپ کو نوری اس لیے کہتے ہیں کہ جب آپ اندھیری رات میں گفتگو فرماتے تو آپ کے منہ سے ایسا نور نکلتا جس سے سارا گھر روشن ہو جاتا۔ اور اس وجہ سے بھی کہ آپ اپنے نورِ فراست سے باطن کے اسرار بتا دیا کرتے تھے، نیز اس وجہ سے بھی کہ جنگل میں آپ نے ایک عبادت خانہ بنوایا ہوا تھا جس میں آپ ساری رات عبادت کرتے تھے، جب لوگ وہاں آپ کی زیارت کے لیے آتے تو رات کو ایک نور چمکتا ہوا دیکھتے جو گھر کے اوپر تک چھایا ہوا ہوتا تھا[2]۔

---

[1] وعظ ذم الھویٰ ص: ۳۰ مشمولہ خطبات حکیم الامت ج: ۱۹ مسمیٰ بہ آداب انسانیت
[2] تذکرۃ الاولیاء فارسی ج: ۲، ص: ۳۹

ابتداء میں آپ کی یہ حالت تھی کہ ہر روز صبح دکان جاتے وقت گھر سے کھانا ساتھ لے کر نکلتے اور راستے میں اسے صدقہ کر دیتے اور مسجد میں جا کر ظہر تک نماز پڑھتے رہتے تھے پھر نکل کر دکان کا دروازہ کھولتے اور روزہ رکھے رہتے گھر والوں کا یہی خیال ہوتا کہ آپ دُکان جا کر کھانا کھا لیتے ہوں گے اور دکان والوں کو یہ خیال ہوتا کہ گھر سے کھا کر آئے ہوں گے پورے بیس برس ان کی یہی حالت رہی لیکن کسی کو اس کا پتہ نہیں چلا۔[1]

آپ فرماتے تھے کہ: ہمارے زمانے میں دو چیزیں بہت نایاب ہیں ایک عالم جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہو، دوسرے، عارف جو حقائق بیان کرتا ہو۔[2]

الغرض اخلاص کی بدولت حضرت ابو الحسین نوریؒ محتسب بن گئے، اور جب آپ میں محتسب بننے سے پہلے برائی مٹانے کا اس قدر جذبہ تھا تو محتسب بننے کے بعد کیا جذبہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود مسعود کی بدولت کس قدر برائیاں مٹا دی ہوں گی یہ اللہ ہی جانتے ہیں، یہ برکت ہے اخلاص کی۔

اخلاص کی برکت سے بغداد کا مدرسہ نظامیہ بچ گیا

پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں حسن بن علی نظام الملک طوسی کی حکومت تھی یہ بادشاہ نہایت ہی فہم وفراست کا مالک اور حدیث وفقہ کا عالم تھا، علم دوست اور علماء کا قدردان تھا اس کے دور حکومت میں علم کو بڑی ترقی ہوئی ہے۔

---

[1] تذکرۃ الاولیاء فارسی ج:۲،ص:۴۰ ، [2] رسالہ قشیریہ مترجم ص:۶۳

نظام الملک نے ملک کے چپے چپے پر مکاتب و مدارس قائم کیے جن کا خرچ خود برداشت کرتا تھا۔ علامہ قزوینیؒ نے ''آثار البلاد'' میں تصریح کی ہے کہ اس زمانے میں مدارس کا سالانہ خرچ چھ لاکھ اشرفیاں تھیں اس کے سوا اپنی کل جاگیرات کا دسواں حصہ تعلیم کے مصارف پر وقف کر دیا تھا، علامہ شبلیؒ کا کہنا ہے کہ سلطنت سلجوقیہ کی اشرفیاں ہماری نظر سے گزری ہیں کم سے کم ۲۵ روپے کے برابر ہوتی ہیں اس بناء پر نظام الملک کے خاص عطیہ کو چھوڑ کر ایک کروڑ پچاس لاکھ سالانہ کی رقم شاہی خزانہ سے تعلیمات کے لیے مقرر تھی[۱]''

نظام الملک کے زمانے کا واقعہ ہے کہ اس نے بغداد میں ایک عالی شان مدرسہ بنوایا جس کا نام تھا ''مدرسہ نظامیہ'' اس مدرسہ کے متعلق حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

> ''بغداد میں ایک مدرسہ نظامیہ تھا کہ جس سے بڑے بڑے علماء جیسے امام غزالیؒ اور شیخ سعدیؒ پڑھ کر نکلے اور وجہ اس مدرسہ کی بناء کی یہ ہوئی تھی کہ اس زمانے میں قضاء اور اِفتَاء اور دیگر بڑے بڑے عہدے علماء ہی کو دیے جاتے تھے تو جس کا باپ مثلاً قاضی ہوتا تھا وہ کوشش کرتا تھا اور دعوٰی استحقاقِ قضاء کا کرتا تھا خواہ وہ اَہل ہو یا نہ ہو تو سلطان وقت نے بمشورہ وزراء واَرکانِ دولت اس لیے یہ مدرسہ بناء کیا جواس مدرسہ میں پاس حاصل کر لے اس کو یہ عہدے دیے جاویں گے تا کہ نااَہلوں کو اور جہلاء کو

---

[۱] الغزالی ص:۱۶ طبع مدینہ پبلشنگ ہاؤس کراچی

حوصلہ ایسے عہدوں کی درخواست کا نہ ہو تو جس روز اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اس روز علماء بخارا میں ماتم ہوا تھا کہ آج کی تاریخ سے علم دین دنیا کے لیے پڑھا جائے گا لیکن تاہم ایسے بڑے علماء اس میں سے پڑھ کر نکلے کہ فخر علماء ہوئے اور جن کا نظیر اس وقت روئے زمین پر نہیں، ایک روز بادشاہ اس مدرسہ کو دیکھنے کے لیے تشریف لائے اور مخفی طور سے طلبہ کے خیالات کی آزمائش کی کہ دیکھیں علم پڑھنے سے ان کی کیا غرض ہے، چنانچہ ایک طالبعلم سے پوچھا کہ آپ کس لیے پڑھتے ہیں اس نے کہا کہ میں اس لیے پڑھتا ہوں کہ میرا باپ قاضی ہے میں اگر عالم بن جاؤں گا تو میں بھی قاضی ہو جاؤں گا اس کے بعد دوسرے سے پوچھا اس نے کہا کہ میرا باپ مفتی ہے میں مفتی بننے کے لیے پڑھتا ہوں غرض جس سے پوچھا اس نے کوئی غرض دنیا ہی کی بتلائی۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا کہ افسوس ہے کہ علم دین دنیا کے لیے پڑھا جا رہا ہے اور ہزاروں روپیہ مفت میں برباد ہو رہا ہے ایک گوشہ میں امام غزالیؒ بھی خستگی کی حالت میں بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے اس وقت تک یہ طالبعلم تھے نہ کوئی جانتا تھا نہ ہی شہرت تھی ان سے دریافت کیا کہ تم کیوں پڑھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے معلوم کیا ہے کہ ہمارا ایک مالک حقیقی جو سمٰوٰت وارض کا مالک ہے اور مالک کی

اطاعت ضروری ہوتی ہے کہ اس کی مرضیات پر عمل کرے
اور نامرضیات سے بچے سو میں اس لیے پڑھتا ہوں کہ اس
کی مرضیات و نامرضیات کی اطلاع حاصل ہو، بادشاہ سن
کر خوش ہوئے اور ظاہر کر دیا کہ میں بادشاہ ہوں اور کہا
کہ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس مدرسہ کو توڑ دوں مگر
تمہاری وجہ سے یہ مدرسہ رہ گیا[1]

غور کیجیے حضرت امام غزالیؒ کے اخلاص کی بدولت اتنا بڑا مدرسہ بچ گیا امام غزالیؒ خود بہت بڑے عالم و عارف تھے بعد میں نہ جانے اس مدرسہ سے کتنے بڑے بڑے اَساطینِ علم وفضل پڑھ کر نکلے ہوں گے یہ اخلاص کی برکت تھی۔

ایک زمانہ تھا کہ چھوٹا ہو بڑا ہو عالم ہو غیر عالم ہو سب کو اللہ کی رضا مقصود ہوتی تھی سب اخلاص والے تھے اور اب یہ دور آ گیا ہے کہ ہر جگہ نام و نمود اور دکھلاوا ہی دکھلاوا ہے، اس دکھلاوے کی رِیت نے ہمیں آپس میں لڑوا رکھا ہے اور ہمارے دماغوں کو اُلجھا رکھا ہے وہ دور بہت اچھا تھا جب سب کے سب اخلاص میں رنگے ہوتے تھے، جب ہم تاریخ پڑھتے ہیں تو اُن لوگوں کا عمل اور کردار دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا

حضرت جنید بغدادیؒ کا نام تو آپ نے سنا ہوگا یہ تیسری صدی ہجری کے بزرگ ہیں اُن کے بارہ میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اخلاص میں نے ایک حجام سے سیکھا ہے'' قصہ یہ ہوا کہ

---

[1] وعظ ذم الھویٰ ص:۲۸

میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں تھا، میں نے ایک حجام کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے بال درست کر رہا ہے، میں نے اس سے کہا کہ اللہ واسطے میرے بال بھی درست کر دو، اس نے کہا کہ کر دیتا ہوں، چنانچہ اس نے روتے ہوئے اس شخص کو جس کے بال بنا رہا تھا چھوڑ کر کہا کہ تم اُٹھ جاؤ جب اللہ کا نام آگیا تو پھر سب کو چھوڑ کر اسی کا کام کرنا چاہیے، پھر اس نے مجھے بٹھا کر پہلے میرے سر کو بوسہ دیا، پھر میری حجامت بنا کہ مجھے ایک کاغذ دیا جس میں چاندی کے ٹکڑے تھے اور کہا کہ اسے اپنی ضرورت میں صرف کرنا، میں نے اس دن سے عہد کر لیا کہ مجھے فتوحات میں سے جو سب سے پہلی فتوح حاصل ہو گی اس سے اس شخص کے ساتھ مروت و احسان کروں گا، تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ بصرہ سے اشرفیوں کی ایک تھیلی میرے پاس آئی میں وہ حجام کے پاس لے گیا، اُس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ (تم نے جس وقت میرے بال بنائے تھے میں نے اُس وقت) یہ نیت کر لی تھی کہ سب سے پہلی جو فتوح مجھے حاصل ہو گی وہ تمہیں دوں گا وہ لایا ہوں اُس نے کہا بندۂ خدا تمہیں شرم نہیں آتی تم نے تو مجھے کہا تھا کہ اللہ واسطے میرے بال بنا دو پھر تم نے یہ کیسے خیال کر لیا کہ بندہ کام تو اللہ واسطے کرے اور اس پر مزدوری لے[1]

---

[1] تذکرۃ الاولیاء فارسی ج:۲ ص:۱۵

حضرت جنید بغدادیؒ جن کا آپ نے یہ واقعہ سنا یہ کوئی چھوٹے موٹے آدمی نہیں تھے اپنے زمانے کے اَولیاءِ کبار میں سے تھے ان کے مرتبے کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے، ہمارے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

''حضرت جنیدؒ کی خدمت میں ایک شخص دس برس رہا چلتے وقت عرض کیا کہ حضرت میں نے اتنی مدت خدمت میں قیام کیا لیکن کبھی کوئی کرامت آپ کی نہیں دیکھی میں نے سنا تھا کہ آپ بہت بڑے کامل ہیں اسی لیے خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ کچھ فیض حاصل کرلوں گا مگر اتنی مدت قیام کو گزر گئی کوئی کرامت آپ سے کبھی صادر نہیں ہوئی، یہ سن کر آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا جوش میں آ کر فرمایا: اچھا یہ بتلا جنید سے تو نے اس عرصہ میں کوئی فعل سنت کے خلاف ہوتے بھی کبھی دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں یہ بات تو نہیں دیکھی، اس پر آپ نے جوش میں آ کر فرمایا: ارے پھر اس سے بڑھ کر جنید کی اور کیا کرامت ہوگی کہ اس نے دس برس تک اپنے خدا کو ایک لمحہ کے لیے بھی ناراض نہیں کیا اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت تو جنید کی دیکھنا چاہتا ہے[1] ''

یہ حضرت جنیدؒ فرما رہے ہیں کہ اخلاص میں نے ایک حجام سے سیکھا ہے، اللہ اکبر جس دور کے حجاموں میں یہ اخلاص تھا اُس دور کے بڑے لوگوں کا کیا حال ہوگا؟

---

[1] حقیقت تصوف وتقوی ص:۲۹۵

میں نے مسلمانی ایک بوڑھی عورت سے
اور جواں مردی ایک سقے سے سیکھی

تیسری صدی ہی کہ ایک اور بزرگ ہیں حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ (م: ۲۴۵ھ) آپ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں نے مسلمانی ایک بوڑھی عورت سے اور جواں مردی ایک سقے سے سیکھی،

''اس کا قصہ کچھ اس طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام ولایت پر فائز کیا تو آپ کے حالات عوام کی سمجھ سے بالاتر ہو گئے اور وہ آپ کی ولایت کے قائل ہونے کی بجائے آپ کو زندیق کہنے لگے اور سب نے متفق ہو کر خلیفۂ وقت متوکل (عباسی) کو آپ کے حالات سے آگاہ کیا متوکل نے گارد بھیجی تا کہ آپ کو پابہ زنجیر بغداد لے کر آئیں جب آپ خلیفہ کے دربار میں پہنچے تو فرمایا ''آج میں نے مسلمانی ایک بوڑھی عورت سے اور جواں مردی ایک سقہ سے سیکھی ہے'' لوگوں نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا: جب میں خلیفہ کے دربار میں پہنچا اور اس دربار کو رعب و دبدبہ والا پایا اور دربان و خدام دیکھے تو مجھے اپنے اندر کچھ تغیر ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ اچانک ایک عورت لاٹھی لیے سامنے آئی اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگی: خبردار! جس کے پاس تمہیں لے جا رہے ہیں اس

سے ہرگز مت ڈرنا کیونکہ وہ اور تم دونوں ایک خدا کے
بندے ہو جب تک خدا نہ چاہے کوئی کسی بندہ کے ساتھ
کچھ نہیں کرسکتا، اسی طرح راستے میں میں نے ایک پاکیزہ
سقے کو دیکھا اس نے مجھے پانی پینے کے لیے دیا میں نے
اپنے ساتھ والوں میں سے ایک کو اشارہ کیا کہ سقے کو ایک
دینار دے دو سقے نے دینار قبول نہیں کیا، کہنے لگا تم
زنجیروں میں جکڑے ہوئے قیدی ہو تم جیسے قیدی اور
غریب الوطن سے کوئی چیز لینا جوانمردی نہیں ہے۔[1]

خیر میں عرض کر رہا تھا کہ ایک یہ دور تھا جس کی فضا یہ تھی اخلاص، ایمان، مروت اُن لوگوں کے رگ و پے میں بسی ہوئی تھی اور ایک اب ہمارا دور ہے جس میں یہ ساری چیزیں مٹ کر رہ گئی ہیں اخلاص کی جگہ نام ونمود نے، ایمان کی جگہ بے ایمانی نے، مروت کی جگہ بے مروتی نے لے لی ہے، اللہ ہم پر فضل فرمائے، بہرطور بھائی قصہ مختصر بات یہ چل رہی تھی کہ قبولیت عمل کے لیے دو شرطیں ہیں پہلی شرط کیا ہے؟ اخلاص۔ اگر اخلاص ہوگا تو چاہے چھوٹے سے چھوٹے درجے کا عمل کیوں نہ ہو وہ بارگاہ خداوندی میں قابل قبول ہوگا۔ اور اگر اخلاص نہیں ہوگا تو بڑے سے بڑا عمل بھی بیکار چلا جائے گا

حدیث شریف میں بہت سے ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بہت معمولی معمولی عمل پر اللہ نے مغفرت فرما دی، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک فاحشہ عورت کی مغفرت کر دی گئی، سبب یہ ہوا کہ وہ

---

[1] تذکرۃ الاولیاء فارسی ج:۱، ص:۱۱۷

ایک کتے کے پاس سے گزری جو شدت پیاس کے سبب زبان نکالے کنویں کے کنارے پر کھڑا تھا قریب تھا کہ اسے پیاس مار ڈالتی۔ اس عورت نے اپنا موزہ اُتارا اور اسے دوپٹہ سے باندھ کر کنویں سے پانی نکالا اور کتے کو پلا دیا بس اس عمل کی بدولت اس کی مغفرت ہوگئی۔[1]

ایک حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ایک شخص گزر رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک درخت کی ٹہنی نظر پڑی اس نے کہا میں مسلمانوں کے راستے سے اس ٹہنی کو ضرور ہٹاؤں گا تاکہ اُنہیں تکلیف نہ ہو بس اس عمل کے سبب اس کی مغفرت ہوگئی۔[2]

ایک حدیث میں آتا ہے حضور انور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام لوگوں کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اَعمال کے کھولیں گے ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک پھیلا ہوا ہوگا اس کے بعد اس سے سوال کیا جائے گا اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا کہ ان اَعمال ناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ اَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ؟ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ بغیر کیے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) فَيَقُوْلُ لَا، وہ عرض کرے گا کہ نہیں (یعنی نہ کسی چیز کے انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا ہے) پھر ارشاد ہوگا تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا کہ کوئی عذر بھی نہیں، ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں

---

[1] مشکوۃ ص: ۱۶۸ ، [2] ایضاً ص: ۱۶۸

ہے پھر ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جائے گا جس میں اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ لکھا ہوا ہوگا، ارشاد ہوگا اُحْضُرْ وَزْنَکَ جا اس کو تلوا لے وہ عرض کرے گا یَا رَبِّ مَاھٰذِہِ الْبِطَاقَۃُ مَعَ ھٰذِہِ السِّجِلَّاتِ، الٰہی اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرزہ کیا کام دے گا؟ ارشاد ہوگا اِنَّکَ لَا تُظْلَمُ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ پھر ان سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا (خدا کی شان کہ ننانوے) دفتروں والا پلڑہ اُڑنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں، بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں[1]

میرے محترم بھائیو! دیکھا آپ نے، ایک دفعہ اخلاص کے ساتھ پڑھا ہوا کلمہ بد اعمالیوں کے ننانوے دفتروں پر بھاری ہو گیا، یہ اخلاص کی برکت ہے، حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ[2] جس شخص نے اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا وہ جنت میں گیا۔ بہرکیف اخلاص کی یہ برکت ہے کہ اس کے ساتھ کیا جانے والا معمولی عمل بھی کارآمد ہے۔ اور وہ عمل دونوں جہان میں کام آتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

بخاری شریف میں آتا ہے حضور علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے تین افراد کے اخلاص کا واقعہ سنایا: فرمایا بنی اسرائیل کے تین آدمی سفر میں کہیں جا رہے تھے کہ زوردار بارش ہوگئی وہ تینوں بارش سے بچنے کے لیے ایک غار میں چلے گئے اتفاق سے پہاڑ پر سے ایک بھاری پتھر گرا اور اس غار کا دہانہ

---

[1] ترمذی و ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۴۸۶۔ [2] معجم طبرانی اوسط

بند کر دیا، یہ تینوں اَفراد سخت پریشان ہوئے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ کیا کریں کچھ دیر سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ سب اپنے اُن اَعمال کا جائزہ لیں جو صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے کیے ہوں اور اُن اَعمال کے وسیلے سے دُعا کریں چنانچہ تینوں نے اپنے اَعمال کے وسیلے سے دعا کی جو انہوں نے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کیے تھے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے غار کے دہانے سے وہ بھاری پتھر ہٹا دیا اور ان تینوں کو نجات مل گئی[1]

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص کی برکت آخرت میں تو ظاہر ہوگی ہی اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس کی برکت دکھلا دیتے ہیں۔

ریاکاری کی نحوست:

لیکن اگر خدانخواستہ عمل میں اخلاص نہ ہو نام ونمود اور ریاکاری مقصد ہو تو بڑے سے بڑا عمل بھی بے کار چلا جاتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا ان میں ایک تو شہید ہوگا چنانچہ وہ (میدان حشر میں) پیش کیا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنی دی ہوئی نعمتیں یاد دلائیں گے جو اسے یاد آجائیں گی، اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کہ تو نے ان نعمتوں کے شکریہ میں کیا کام کیا؟ وہ کہے گا میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹا ہے تو، تو اس لیے لڑا تھا کہ

---

[1] بخاری ج:۱،ص:۴۹۳

تجھے بہادر کہا جائے فَقَدْ قِيْلَ چنانچہ (دنیا میں) تجھے بہادر
کہا جا چکا، حکم دیا جائے گا اسے منہ کے بل کھینچ کر آگ
میں ڈال دیا جائے، چنانچہ یہ شخص آگ میں ڈال دیا
جائے گا دوسرا وہ شخص ہو گا جس نے علم حاصل کیا،
دوسروں کو تعلیم دی اور قرآن پڑھا اسے بھی (خدا کے
حضور) میں لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنی دی ہوئی
نعمتیں یاد دلائیں گے جو اسے یاد آجائیں گی، اللہ تعالیٰ
اس سے بھی پوچھیں گے کہ تو نے ان نعمتوں کے شکریہ میں
کیا کام کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا دوسروں کو
سکھایا، تیرے ہی لیے قرآن پڑھا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے
تو جھوٹا ہے تو نے تو علم محض اس لیے حاصل کیا کہ تجھے
عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا تھا کہ تجھے لوگ
قاری کہیں فَقَدْ قِيْلَ چنانچہ (دنیا میں) تجھے یہ کہا جا چکا،
حکم دیا جائے گا اسے بھی منہ کے بل کھینچ کر آگ میں ڈال
دیا جائے، چنانچہ یہ بھی آگ میں ڈال دیا جائے گا، تیسرا
وہ شخص ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے (معیشت میں) وسعت دی تھی
اور ہر قسم کا مال و دولت عطا فرمایا تھا اسے بھی اللہ تعالیٰ کے
سامنے پیش کیا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنی دی ہوئی نعمتیں
یاد دلائیں گے جو اسے یاد آجائیں گی، اللہ تعالیٰ اس سے بھی
یہی سوال کریں گے کہ تو نے ان نعمتوں کے شکریہ میں کیا

کام کیا؟ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسی راہ نہیں چھوڑی جس
میں تو خرچ کرنا پسند کرتا ہو اور تیری خوشنودی کے لیے
میں نے اس میں خرچ نہ کیا ہو، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو
جھوٹا ہے تو نے خرچ اس لیے کیا تھا کہ تجھے سخی کہا جائے
فَقَدْ قِيْلَ چنانچہ وہ تو تجھے دنیا میں کہا جا چکا، حکم ہوگا اسے
بھی منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے،
چنانچہ اسے بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا[1]

عزیزان محترم! نہایت ہی عبرت کا مقام ہے غور کریں کہ شہادت، علم، قراءت، سخاوت کس قدر بڑے اعمال ہیں ان اعمال کے اگر فضائل ذکر کیے جائیں تو ایک، ایک کے لیے گھنٹوں بلکہ دنوں لگ جائیں لیکن یہ بڑے بڑے اعمال اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے بے کار چلے گئے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ یہ دکھلاوے کی نحوست ہے، دکھلاوا بڑی بری بیماری ہے، اس سے بڑے بڑے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں حضور علیہ السلام نے اسے شرک خفی قرار دیا۔

آپ نے فرمایا: اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ[2] معمولی سا دکھلاوا بھی شرک ہے۔ فرمایا: مَنْ صَلّٰى يُرَائِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ...... جس نے دکھلاوے کی غرض سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، وَمَنْ صَامَ يُرَائِي فَقَدْ اَشْرَكَ جس نے دکھلاوے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، وَمَن تَصَدَّقَ يُرَائِى فَقَدْ اَشْرَكَ[3] جس نے دکھلاوے کی نیت سے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔

---

[1] مسلم شریف بحوالہ مشکوۃ ص: ۳۳ ، [2] شعب الایمان بحوالہ مشکوۃ ص: ۴۵۵

[3] مسند احمد بحوالہ مشکوۃ ص: ۴۵۵

یہ ہے ریاکاری اور دکھلاوا، آج کل ہمارے اکثر اعمال ریاکاری اور دکھلاوے کے لیے ہوتے ہیں۔ اللہ کی رضامندی کا دور دور بھی خیال نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لیے کر رہے ہیں لیکن عملاً ریاکاری ہوتی ہے۔ شیطان ہمارا دشمن ہے وہ اچھے اچھے کاموں میں ہماری راہ مار لیتا ہے، حج کتنی بڑی نیکی ہے لیکن بہت سے لوگ ریاکاری اور دکھلاوا کرکے اس کا سارا اجر و ثواب کھو دیتے ہیں۔ آتے جاتے حاجی صاحب ہاروں میں لد پھد رہے ہیں، موویاں بن رہی ہیں، حاجی صاحب سج دھج کے بیٹھے ہیں، جا بجا اپنے نام کے ساتھ حاجی اور الحاج لکھ رہے ہیں۔ کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کو جانا بہت بڑا کار ثواب ہے لیکن اس میں بھی شیطان رخنہ ڈال دیتا ہے، کوئی اس لیے جا رہا ہے نہ گئے تو ناک کٹ جائے گی کہ سب گئے فلاں نہیں آیا، کوئی اس لیے جا رہا ہے کہ پارٹی ورکر ہے نہ گئے تو ووٹ ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح تعزیت کا معاملہ ہے کہ وہاں بھی نیت میں فتور ہے مقصد یہی ہے کہ ناک نہ کٹ جائے، ووٹ نہ ٹوٹ جائے، ہماری بڑائی نہ جاتی رہے۔

صدقہ کرنا بڑی عبادت ہے لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ دکھلا دکھلا کر صدقہ کرتے ہیں۔ اخباروں میں تصویریں اور خبریں چھپ رہی ہیں کہ فلاں صاحب نے غرباء میں مشینیں تقسیم کیں، فلاں صاحب نے ہسپتال بنا کر گورنمنٹ کے نام کر دیا۔

اگر کسی نے رقم جمع کروائی ہے تو رسید پر معرفت بھی لکھوائی جا رہی ہے تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یہ رقم ہماری معرفت آئی ہے۔

اگر مسجد میں کچھ لگا دیا، یا خدا کی توفیق سے مسجد بنوا دی تو اس پر اپنے نام کی لمبی لمبی سلیں لگوائی جا رہی ہیں کہ دنیا دیکھے یہ فلاں صاحب نے مسجد بنوائی ہے۔ العیاذ باللہ ایسے سب اعمال بے کار ہیں۔ یاد رکھیے شیطان ہمارا دشمن ہے وہ ہماری راہ ایسے انداز سے مارتا ہے کہ ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا۔

کتابوں میں لکھا ہے:

"ایک صاحب نے دو حج کیے تھے، ایک مہمان ان کے گھر آیا تو خادم سے کہا کہ پہلے حج میں جو میں آب زم زم لایا تھا وہ ان کو پلاؤ اس ترکیب سے یہ بتایا کہ میں نے دو حج کیے ہیں۔ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ اس شخص نے ذرا سا کلمہ کہہ کر دونوں حج غارت کر دیے۔"[1]

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ایک بزرگ سے منقول ہے انھوں نے فرمایا: میں نے اپنی تیس سال کی وہ نمازیں قضاء کی تھیں جو میں نے مسجد میں صف اول میں پڑھی تھیں، وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز مجھے کسی وجہ سے دیر ہو گئی اور دوسری صف میں جگہ ملی مجھے اس اس پر شرمندگی ہوئی کہ لوگ مجھے دوسری صف میں دیکھ رہے ہیں اس سے میں نے سمجھا کہ گویا میں نے تیس سال تک نماز ہی نہیں پڑھی کیونکہ آج معلوم ہوا کہ لوگوں کے دیکھنے کی وجہ سے میں صف اول میں شریک ہوتا تھا، اگر

---

[1] اخلاص نیت ص:٦٨

میرا یہ عمل خدا کے لیے ہوتا تو آج دوسری صف میں ہونے
کی وجہ سے شرمندگی نہ ہوتی۔[۱]

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں بنی اسرائیل کے ایک عابد کا واقعہ لکھا ہے ذرا وہ بھی سنتے چلیں، نہایت عبرت انگیز واقعہ ہے، امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

''بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا، ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا یہاں ایک قوم ہے جو خدا کو چھوڑ کر ایک درخت کو پوجتی ہے، یہ سن کر اس عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لیے چل دیا راستے میں شیطان ایک بوڑھے کی شکل میں ملا، عابد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا، عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے، شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے دوں گا دونوں میں لڑائی ہوگئی عابد اسے زمین پر گرا کر اس کے سینے پر چڑھ گیا شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سن لے عابد نے اسے چھوڑ دیا شیطان نے کہا اللہ نے تجھ پر اس کو فرض

---

[۱] احیاء العلوم ج:۴، ص:۳۸۰

تو کیا نہیں اور تیرا اس سے کوئی نقصان بھی نہیں تو اس کی پرستش بھی نہیں کرتا دنیا میں اللہ کے بہت سے نبی ہیں اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا عابد نے کہا تو جو مرضی کر میں تو اسے ضرور کاٹوں گا، پھر لڑائی ہوئی وہ عابد اسے گرا کر پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کے پھر خوشامد کی کہنے لگا اچھا سن ایک فیصلے والی بات تیرے نفع کی کہوں عابد نے کہا کہہ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے آخر تیرا بھی جی چاہتا ہوگا کہ تو اپنے بھائی بندوں پر نوازش کرے پڑوسیوں سے ہمدردی کرے شکم سیر ہو کر کھائے اور لوگوں سے بے نیاز رہے عابد نے کہا ہاں جی تو چاہتا ہے شیطان نے کہا تو اس کام سے باز آجا میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفیاں) دیا کروں گا جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے تیری ضرورتیں بھی پوری ہو جایا کریں گی اپنے اعزہ پر بھی احسان کر سکے گا فقیروں کی مدد بھی کر سکے گا اور بھی بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا جبکہ درخت کاٹنے میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بے کار وہ لوگ دوسرا درخت لگالیں گے وہ عابد سوچ میں پڑ گیا اپنے جی میں کہنے لگا یہ بوڑھا سچ ہی تو کہتا ہے میں کوئی نبی تو ہوں نہیں کہ اس درخت کو کاٹنا میرے ذمہ ہو، نہ ہی اللہ نے مجھے اس کے

کاٹنے کا حکم دیا کہ اس کے ترک سے مجھے گناہ ہو اور یہ جو بوڑھا کہہ رہا ہے واقعی اس میں فائدے زیادہ ہیں عابد نے یہ سوچ کر شیطان سے عہدو پیان لیا اور اپنے عبادت خانے میں چلا آیا دو دن تو وہ دینار ملے تیسرے دن سے ندارد، عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر چلا راستے میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہا جا رہے ہو؟ عابد نے بتایا اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں بوڑھے نے کہا تو اس کو نہیں کاٹ سکتا دونوں میں لڑائی ہوئی وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا کہنے لگا کہ تو اس سے باز آتا ہے یا میں تجھے ذبح کر دوں عابد اپنے آپ کو بے بس دیکھ کر بولا میں ہار مانتا ہوں لیکن بتلا کہ یہ کیا بات ہے کہ پہلے میں تجھ پر غالب آتا تھا اس دفعہ تو کیسے غالب آ گیا بوڑھا بولا پہلے تیرا غصہ صرف اللہ کے لیے تھا اور تیری نیت صرف آخرت کی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا، اس مرتبہ تیرا غصہ نفسانی اور دنیا کے لیے تھا اس لیے تو مغلوب ہو گیا''۔[1]

میرے محترم بھائیو! ہمیں نفسانیت، ریاکاری اور نام نمود سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے اور ہر عمل میں اخلاص پیدا کرنے کی جستجو کرنی چاہیے تاکہ ہمارے اعمال ضائع ہونے سے بچ جائیں اور ان پر ہمیں

[1] احیاء العلوم ج:۴، ص:۳۷۷

اجر و ثواب مل جائے، اخلاص کے متعلق کافی باتیں ہو گئیں بس یہ اور سمجھتے چلیں کہ اخلاص کسے کہتے ہیں اور وہ کیسے حاصل ہوتا ہے؟

اخلاص کسے کہتے ہیں؟

بزرگوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اخلاص کی تفسیر کی ہے

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں ''اخلاص یہ ہے کہ بندہ کی ہر حرکت و سکون اللہ کے لیے ہو''[۱]

حضرت رویمؒ فرماتے ہیں ''اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے کسی بھی عمل پر عوض کا طالب نہ ہو نہ دنیا میں نہ آخرت میں''[۲]

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے ہیں صدق نیت کا نام اخلاص ہے[۳]

حضرت یعقوب مکفوفؒ فرماتے ہیں ''مخلص وہ ہوتا ہے جو اپنی نیکیوں کو بھی ایسے ہی چھپائے جیسے وہ اپنی برائیوں کو چھپاتا ہے''[۴]

حقیقت یہ ہے کہ بزرگوں کے یہ سب اقوال اخلاص کی تفسیر کی بجائے اخلاص کے آثار ہیں ظاہر ہے جو مخلص ہوگا اس کی ہر حرکت اور سکون اللہ کی رضا ہی کے لیے ہوگا، جو مخلص ہوگا وہ اپنے عمل پر عوض کا طالب ہرگز نہیں ہوگا ایسے ہی جو مخلص ہوگا اس کی نیت صاف ہوگی، اسی طرح مخلص کبھی بھی اپنی نیکیوں کو ظاہر نہیں کرے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اخلاص کے آثار ہیں۔ اخلاص کی جامع تعریف یہ ہے کہ ''عمل سے صرف خدا کی رضا مقصود ہو'' یہ چیز پیدا ہوگی اسلاف کے حالات کے مطالعہ اور اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے۔

---

۱ احیاء العلوم ج:۴، ص:۳۸۱۔ ۲ ایضاً ج:۴، ص:۳۸۱۔ ۳ ایضاً ص:۳۸۱۔ ۴ ایضاً ص:۳۷۸

عزیزان محترم! ابھی تک تو قبولیت عمل کی پہلی شرط کا بیان تھا۔ قبولیت عمل کی پہلی شرط کیا ہے؟ اخلاص، اب دوسری شرط اتباع سنت کے متعلق بھی کچھ باتیں ہو جائیں۔

اتباع سنت

قبولیت عمل کی دوسری شرط اتباع سنت ہے اگر اتباع سنت ہو گا تو عمل قبول ہو گا اگر اخلاص تو ہوا لیکن اتباع سنت نہ ہوا تو بھی عمل قبول نہیں ہو گا، جس طرح کتاب و سنت میں اخلاص کی اہمیت بیان کی گئی ہے اسی طرح اتباع سنت کی بھی اہمیت ذکر کی گئی ہے۔

دیکھیے ہر انسان میں فطری طور پر اللہ تعالیٰ کی محبت پائی جاتی ہے، اس میں مسلم غیر مسلم کی بھی کوئی تفریق نہیں لیکن کس کی محبت کار آمد ہے اور کس کی نہیں اس کا اللہ تعالیٰ نے ایک معیار بتلایا ہے وہ یہ کہ جس کی محبت ہمارے نبی کی اتباع میں ہوگی وہ کار آمد ہے اور جس کی محبت ہمارے نبی کی اتباع میں نہیں ہوگی وہ کار آمد نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ الآیۃ اے ہمارے نبی ﷺ آپ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ میری اتباع کا یہ فائدہ ہو گا کہ ایک تو تم سے بھی اللہ محبت کرنے لگیں گے گویا تم اللہ کے محبوب بندے بن جاؤ گے دوسرے اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بھی بخش دیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ سے محبت اُسی شخص کی کار آمد ہے جو

حضور علیہ السلام کا متبع ہے نبی علیہ السلام کی اتباع کے صدقہ اسے مقام محبوبیت حاصل ہو رہا ہے اور یہ اللہ کا محبوب بن رہا ہے اور ساتھ ہی اس کے گناہ بھی بخشے جا رہے ہیں۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا تمہارے لیے یعنی ان لوگوں کے لیے جو اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی اُمید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں اُن کے لیے رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات بہترین نمونہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کو اسوہ اور نمونہ قرار دے کر اہل ایمان کو گویا یہ دعوت دی ہے کہ انھیں ہر معاملہ میں نبی کریم ﷺ کی شخصیت کو سامنے رکھنا چاہیے اور اپنی زندگی آپ کی زندگی کے مطابق بنانی چاہیے، تمام اُمور میں آپ کی پیروی اور آپ کی اتباع کرنی چاہیے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس دل میں اللہ کی محبت اور آخرت کی فکر ہوگی وہ ضرور بہ ضرور حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کو اپنائے گا لہٰذا جو شخص آپ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی نہیں گزارتا سمجھ لیا جائے کہ نہ اُسے اللہ سے محبت ہے اور نہ اُسے فکر آخرت ہے۔

خدا توفیق دے احادیث مبارکہ پڑھیے آپ کو معلوم ہوگا کہ اتباع سنت کی کیا اہمیت ہے، حدیث شریف میں آتا ہے حضرت عِرْبَاضؓ بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ ایسا ہوا حضور اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے اور نہایت مؤثر انداز میں نصیحت

کی کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دلوں میں خوف پیدا ہو گیا، ایک صاحب کہنے لگے یا رسول اللہ (ﷺ) آپ نے تو آج ایسے (عجیب انداز سے) نصیحت کی ہے جیسے کوئی جانے والا (بہت ہی اہتمام سے اپنے لوگوں کو آخری) ہدایات دیا کرتا ہے لہٰذا کچھ اور نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا:

اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَ السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ...... میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی اور امیر کی بات سننے اور اس پر عمل کرتے رہنے کی نصیحت کرتا ہوں، وَ اِنْ کَانَ عَبْدًا حَبْشِیًّا...... اگرچہ تمہارا امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، فَاِنَّهٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا...... دیکھو تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ...... ایسی حالت میں تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا، تَمَسَّکُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ...... اس سے تمسک کرنا اور اسے دانتوں کے ذریعہ مضبوطی سے تھام لینا، وَاِیَّاکُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ...... دیکھو دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچنا، فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ...... کیونکہ دین میں پیدا کی جانے والی ہر نئی بات بدعت ہے، وَ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ......[1] اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس حدیث میں اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضور علیہ السلام تین باتوں کی نصیحت فرما رہے ہیں (۱) تقوی کی کہ اپنے اندر تقوی پیدا کرو، (۲) سمع و طاعت کی کہ اپنے اندر بڑوں کی باتیں سننے اور ماننے کا جذبہ پیدا کرو، (۳) اتباع سنت کی کہ میری اور میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔

---

[1] مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ ص:۲۹

ایک سوال کا جواب

اور اگر ذرا تعمق سے کام لیں تو آپ کو مزید یہ معلوم ہوگا کہ حضور علیہ السلام اس تیسری نصیحت میں ایک اہم سوال کا جواب بھی ارشاد فرما رہے ہیں وہ سوال یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ کے جانے کے بعد بہت سے اختلافات پیدا ہو گئے اور لوگ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگے اور ہر ایک اپنے کو حق بتلانے لگا تو ایسے انتشار و بے اطمینانی کے زمانہ میں طالب حق جائے تو کدھر جائے اور مانے تو کس کی، جبکہ ہر شخص اپنے کو حق پر بتلاتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس اہم سوال کا بہترین حل بتایا کہ لوگ دعوے کچھ بھی کریں اور اپنی حقانیت کا کتنا ہی اظہار کریں لیکن تم ان میں ایسے لوگوں کو تلاش کرنا جو میرے اور میرے خلفائے راشدین کے طریقۂ زندگی کو معیار اور نمونہ بنا کر چلتے ہوں، جو اس پیمانے پر پورا اتریں سمجھ لینا کہ وہ اپنے دعویٰ حقانیت میں سچے ہیں اور جو اسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خلفائے راشدین کے طرز زندگی سے جتنے ہٹے ہوئے ہوں سمجھ لینا کہ وہ اتنے ہی راہ حق سے پھرے ہوئے ہیں۔

اس سوال کا ایک جواب حضور علیہ السلام نے مزید وضاحت کے ساتھ ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِىْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِىْ اُمَّتِىْ مَنْ يَصْنَعُ ذَالِكَ وَاِنَّ بَنِىْ

اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ[1]

بلاشبہ میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا، دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا کہ دو جوتوں میں مماثلت ہوتی ہے، حتیٰ کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کریں گے۔ اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے، میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، اور تمام فرقے دوزخی ہوں گے سوائے ایک فرقے کے (کہ وہ جنتی ہوگا) صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ فرمایا: جو اس راستے پر چلتا ہوگا جس پر میں اور میرے صحابہ چلتے رہے ہیں۔

آج کل ہم سے لوگ پوچھتے ہیں کہ مولوی صاحب فلاں یوں کہتا ہے فلاں یوں کہتا ہے ہم کدھر جائیں؟ ان حدیثوں میں جواب موجود ہے، آپ ان لوگوں کی طرف جائیں جو حضور علیہ السلام اور جماعت صحابہ کے طریقوں پر چل رہے ہوں۔

---

[1] ترمذی شریف ج:۲،ص:۹۲، مشکوۃ ص:۳۰

رہی یہ بات کہ ہمیں پتہ کیسے چلے گا کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر چل رہے ہیں؟ تو اس کا حل آسان ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے سامنے جو اپنی دعوت پیش کرے آپ یہ دیکھیں کہ آیا اس کے عقیدے وہی ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے عقیدے ہیں یا نہیں، ایسے ہی اس کے اعمال کو دیکھیں کہ آیا اس کے اعمال بھی اسی طریقہ اور اسی انداز کے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے تھے یا نہیں اگر اس کے عقیدے اور اعمال ویسے ہی ہیں تو یہ شخص اہل حق میں سے ہے اور اس کی دعوت صحیح ہے اور اگر اس کے عقیدے اور اعمال ویسے نہیں ہیں تو سمجھ لیں کہ یہ شخص اہل حق میں سے نہیں ہے اور اس کی دعوت صحیح نہیں ہے، یہ حق جو جاننے اور اختلاف سے بچنے کا انتہائی مؤثر اور مختصر معیار ہے، اسے آپ سمجھ لیں گے اور اس پر عمل کریں گے تو ہزار اختلاف سے بچ جائیں گے، بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ کتاب وسنت میں اتباع سنت کی بڑی اہمیت ذکر کی گئی ہے۔

اتباع سنت پر جنت کی بشارت

ایک حدیث شریف میں آتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ اَكَلَ طَيِّبًا وَ عَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَ اَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا فِيْ اُمَّتِكَ الْيَوْمَ كَثِيْرٌ قَالَ وَ سَيَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ بَعْدِيْ"[1]

جو شخص حلال وطیب کھائے، سنت کے مطابق عمل کرے

---

[1] ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص:۳۰، الترغیب والترہیب ج:۱،ص:۴۱

اور لوگ اس کی ایذاؤں سے محفوظ رہیں ایسا شخص جنت میں جائے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فی زمانہ ایسے لوگ تو بہت ہیں فرمایا: میرے بعد کے لوگوں میں بھی ایسے افراد ہوں گے۔

اس حدیث پاک میں تین کام کر لینے پر جنت کی بشارت سنائی گئی ہے، (۱) حلال و طیب کھانے پر (۲) سنت کے مطابق عمل کرنے پر (۳) لوگوں کو ایذا دہی سے بچنے پر۔

اتباع سنت پر جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہوگی

یہ بھی ذہن میں رکھیے اتباع سنت پر صرف جنت ہی نہیں ملے گی بلکہ جنت میں حضور علیہ السلام کی معیت بھی نصیب ہوگی چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ''مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِی وَمَنْ اَحَبَّنِی کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّۃِ''[۱] جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ سبحان اللہ، سنت کی اتباع پر جنت مل رہی ہے اور سنت سے محبت کرنے پر حضور علیہ السلام کی معیت نصیب ہو رہی ہے۔

حضور علیہ السلام سے محبت کی نشانی؟

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سے محبت کی نشانی آپ کی سنت سے محبت کرنا ہے۔ جو حضور علیہ السلام سے سچی محبت کرے گا وہ یقیناً یقیناً

[۱] ترمذی بحوالہ مشکوۃ ص: ۳۰

آپ کی سنت سے بھی محبت کرے گا۔ لہٰذ جو شخص نہ آپ کی سنت کی اتباع کرے نہ اسے آپ کی سنت سے کوئی محبت و پیار ہو اور دعوٰی کرتا پھرے کہ اسے حضور سے محبت ہے سمجھ لو کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ سچا عاشق وہی ہوگا جو متبع سنت اور محبت سنت ہوگا۔

اتباع سنت پر سو شہیدوں کا اجر

حضرت اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور انور ﷺ نے فرمایا: "مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ"[۱] جس نے میری امت کے ساتھ فساد اور بگاڑ کے وقت میری سنت پر مضبوطی سے عمل کیا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا، اللہ اکبر یہ اتباع سنت کا درجہ و مقام کہ ایک سنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے پر سو شہیدوں کا ثواب دیا جا رہا ہے۔

کبھی آپ نے سوچا ہے کہ ایک سنت پر عمل پیرا ہونے پر اتنا بڑا اجر کیوں ہے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ شہید کو اِعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے تکلیف اُٹھاتا ہے اور جان بھی دیتا ہے لیکن شہید کو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی فساد و بگاڑ کے زمانہ میں سنت پر چلنے والے کو ہوتی ہے حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید کو بس اتنی سی تکلیف ہوتی ہے جتنی چیونٹی کے کاٹنے کی[۲]، چھری لگی یا گولی لگی اور ختم لیکن جو شخص صحیح معنی میں سنت پر چل رہا ہے اسے اپنے اور پرائیوں سے روز روز کچوکے لگتے ہیں اُس پر طرح طرح کے طعنے بازی اور آوازے کسے جاتے ہیں اور یہ بچارہ سب کچھ برداشت کرتا ہے لہٰذا اس کی

---

۱ الترغیب وترہیب ج:۱،ص:۴۱، مشکوۃ ص:۳۰ وفیہ عن ابی ہریرہؓ ، ۲ مشکوۃ عربی ص:۳۳۳

تکلیف شہید سے بڑھ جاتی ہے اس لیے اس کا ثواب بھی بڑھ جاتا ہے، بہر کیف سوچا جائے تو اس حدیث میں ہمارے لیے بہت بڑی بشارت دی گئی ہے کہ ایک سنت پہ عمل کرنے پر سو شہیدوں کا اجر وثواب دینے کا وعدہ کیا گیا ہے اگر انسان ایسے وقت میں روزانہ سنتوں پر عمل کرنے لگے تو اُسے ہزاروں لاکھوں شہیدوں کا اجر وثواب مل جائے، اور سنیئے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ اَحْیٰی سُنَّةً مِنْ سُنَّتِیْ قَدْاُمِیْتَتْ بَعْدِیْ فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئاً وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا یَرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلَ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا یَنْقُصُ ذَالِكَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْئاً"[1]

جس شخص نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مردہ ہو چکی تھی تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ اس سنت پر عمل کرنے والوں کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان (سنت پر عمل کرنے والوں) کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے اور جس شخص نے گمراہی کی کوئی ایسی نئی بات (بدعت) نکالی جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ خوش نہیں ہیں تو اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا کے اس بدعت پر عمل کرنے والوں کو گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان (بدعت پر عمل کرنے والوں) کے گناہ میں کوئی کمی کی جائے۔

---

[1] ترمذی شریف بحوالہ مشکوۃ ص:۳۰

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے حضور علیہ السلام کی کسی مردہ سنت کو زندہ کیا اور لوگ اس سنت پر عمل کرنے لگے تو اس شخص کو ایک تو احیاء سنت کا اجر ملے گا ہی اس کے ساتھ ساتھ جس قدر لوگ اس سنت پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی اس احیاء سنت والوں کو ملے گا۔

عزیزان محترم! بات لمبی ہوتی چلی جا رہی ہے میں عرض کر رہا تھا کہ قبولیت عمل کی دوسری شرط اتباع سنت ہے، اتباع سنت کا درجہ اور مقام بہت بڑا ہے حضور علیہ السلام نے اس کی بہت زیادہ تاکید کی ہے اور اس پر بہت بڑے اجر وثواب کی بشارت دی ہے۔

افسوس کہ ہماری زندگیوں سے اتباع سنت رخصت ہو گیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طور طریقے چھوڑ کر ہم یہود و نصاریٰ کے طور طریقے اپنانے لگ گئے اسی لیے ہماری زندگیوں میں امن وسکون، چین اور اطمینان نہیں رہا۔ اس کے برعکس جب ہم اپنے اَسلاف کی زندگیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے، یہ لوگ حضور علیہ السلام کی ایک ایک ادا اور ایک ایک سنت پر عمل کرنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے آپ کی ایک ایک ادا پر مٹتے تھے اور اس میں وہ کسی مصلحت کی کوئی پروانہیں کرتے تھے۔

ان حضرات تک جب بھی حضور علیہ السلام کا کوئی قول وفعل اور کوئی طور طریقہ پہنچا انہوں نے فوراً اسے اپنا لیا ان کے یہاں سنتوں سے بچنے کے لیے تاویلوں اور مصلحتوں کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ کتب احادیث صحابہ وتابعین کے واقعات سے بھری پڑی ہیں خدا توفیق دے ان کا مطالعہ کیجیے اور اپنی زندگیوں کو سنواریے صحابہ کرام کی اتباع سنت کے چند واقعات سنا کر بات ختم کرتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اتباع سنت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ جب آپ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو حجرِ اسود کے بوسہ لینے کے موقع پر آپ نے حجر اسود کو مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا: ''اَمَا وَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاَ عْلَمُ اَنَّکِ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتَلَمَکِ مَا اسْتَلَمْتُکِ''[1]...... اللہ کی قسم مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہی ہے تو نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع، اگر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرا بوسہ لیتے نہ دیکھتا تو کبھی بھی تیرا بوسہ نہ لیتا۔ مطلب یہ ہوا کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ لیا ہے اسی لیے میں بھی لے رہا ہوں ورنہ اس کی ضرورت نہ تھی۔

ایک دفعہ آپ نے رمل کے بارے میں فرمایا تھا: اب رمل کی ضرورت تو نہیں رہی تھی کیونکہ ہم کفار کے سامنے اپنی قوت وشوکت کا اظہار کر چکے اور کفار کو ہماری طاقت کا اندازہ ہو گیا لیکن چونکہ حضور علیہ السلام نے رمل کیا ہے اس لیے اسے چھوڑنا ہمیں پسند نہیں۔[2] رمل کہتے ہیں کعبۃ اللہ کے اردگرد اکڑ اکڑ کر مونڈھے مٹکاتے ہوئے چلنے کو۔ حضور علیہ السلام نے حج کے موقع پر دوران طواف اس طرح چلنے کا حکم دیا تھا۔ وجہ اس کی یہ بنی تھی کہ صحابہ کرام جب مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ آئے تو مشرکین کہنے لگے کہ انہیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوران طواف ذرا اکڑ اکڑ کر چلو تا کہ مشرکین کو پتہ چل جائے کہ مسلمان کمزور نہیں ہوئے۔[3]

---

[1] بخاری، ج: ص: ۲۱۸ ، [2] ایضاً ص: ۲۱۸ ، [3] ایضاً ص: ۲۱۸

ایک دفعہ آپ کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ: اب تو اللہ تعالیٰ نے مُرَفَّهُ الْحَالِی عطا فرمائی ہے۔ اس لیے آپ کو نرم کپڑا اور نفیس غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہیے، آپ نے یہ سن کر فرمایا: جان پدر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت اور تنگ حالی بھول گئیں، خدا کی قسم اپنے آقا کے نقش قدم پر چلوں گا کہ آخرت کی فراغت اور خوشحالی نصیب ہو، اس کے بعد دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت کا تذکرہ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیتاب ہو کر رونے لگیں[1]

حضرت ابن عمرؓ اور اتباع سنت

یہی حال آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تھا آپ کا اتباع سنت حیران کن تھا حدیث شریف کی کتابوں میں لکھا ہے کہ

> ''جب آپ سفر حج کے لیے نکلتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں جن جن مقامات پر اُترے تھے آپ بھی وہاں منزل کرتے جن مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھیں تھیں وہاں آپ بھی نماز پڑھتے تھے، حج کے سفر میں وہی راستے اختیار کرتے جن راستوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گزرا کرتے تھے، انتہا یہ ہے کہ جن مقامات پر پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیشاب فرمایا تھا اس مقام پر پہنچ کر آپ بھی پیشاب کے لیے بیٹھ جاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں سوار اور پیادہ دونوں طریقوں سے تشریف

---

[1] کنز العمال

لے گئے تھے حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی معمول تھا، آنحضرت ﷺ ذوالحلیفہ میں اتر کر نماز پڑھتے تھے ابن عمرؓ بھی یہی کرتے تھے۔

عام دعوت خصوصًا ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت ہے حضرت ابن عمرؓ روزہ کی حالت میں بھی ولیمہ کی دعوت رد نہ کرتے تھے اگرچہ اس حالت میں کھانے میں شریک نہ ہو سکتے تھے مگر داعی کے یہاں حاضری ضرور دیتے تھے، آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ داخل ہونے سے قبل بطحا میں تھوڑی دیر سوتے تھے آپ بھی اس پر ہمیشہ عامل رہے۔

ایک دفعہ عبید اللہ بن جریج نے آپ سے کہا کہ: ابو عبدالرحمٰن میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ چار ایسے کام کرتے ہیں جو اور کوئی نہیں کرتا، آپ نے پوچھا ابن جریج وہ کون سے کام ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ایک تو آپ صرف رکن یمانی اور حجر اسود کو چھوتے ہیں کسی اور رکن کو نہیں، دوسرے آپ سبتی جوتی استعمال کرتے ہیں، تیسرے آپ زرد رنگ استعمال کرتے ہیں، چوتھے یہ کہ لوگ تو یکم ذی الحجہ کو احرام باندھتے ہیں اور آپ یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کو احرام باندھتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام کو رکن یمانی اور حجر اسود کے علاوہ کسی رکن کو چھوتے نہیں

دیکھا (اس لیے میں بھی ان کے علاوہ کسی اور رکن کو نہیں چھوتا) اسی طرح میں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سبتی جوتی استعمال فرماتے تھے جس میں بال وال نہیں ہوتے اسی میں آپ وضو کیا کرتے اس لیے مجھے یہ پسند ہے کہ میں بھی ایسی ہی جوتی استعمال کروں رہی زرد رنگ کے استعمال کی وجہ تو چونکہ میں نے حضور ﷺ کو زرد رنگ استعمال کرتے دیکھا ہے اس لیے مجھے بھی یہی رنگ استعمال کرنا پسند ہے۔ رہا آٹھ ذی الحجہ کو احرام باندھنا تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ احرام اسی وقت باندھتے تھے جب سواری آپ کو لے کر اُٹھ جاتی[1]

ابو داؤد شریف[2] میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے شاگرد حضرت نافع اپنے اُستاذ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ''ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا: لَوْ تَرَكْنَا هٰذَا البَابَ لِلنِّسَاءِ...... اگر ہم مسجد نبوی کا یہ دروازہ عورتوں کے لیے چھوڑ دیں کہ بس وہی اس سے آئیں جائیں تو بہتر ہے۔

نافع کہتے ہیں یہ ارشاد سن کر ہمارے اُستاذ حضرت ابن عمرؓ مرتے دم تک اس دروازہ سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ نے حضور ﷺ کا ایک ارشاد بیان کیا وہ ارشاد یہ تھا کہ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری عورتیں تم سے نماز کے لیے مسجد میں

---

[1] ابو داؤد عربی ج:۱،ص:۲۴۶۔ [2] ابو داؤد، ج:۱،ص ۶۶

آنے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دینا روکنا نہیں یہ ارشاد سن کر حضرت ابن عمرؓ کے ایک صاحب زادے بولے ہم تو عورتوں کو مسجد میں جانے سے ضرور روکیں گے، اس بات پر حضرت ابن عمرؓ کو بہت سخت غصہ آیا بیٹے کو بہت برا بھلا کہا اور فرمایا میں حضور کی بات سنا رہا ہوں اور تو کہتا ہے ہم روکیں گے۔ حضرت سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ابا جان نے مرتے دم تک اس بیٹے سے بات نہیں کی[1]۔

غور کیا آپ نے؟ یہ تھے صحابہ کرام، کیا ہمیں بھی ایسے موقع پر اپنی اولاد پر غصہ آتا ہے؟ کیا ہم بھی اپنی اولاد سے ناراض ہو کر بولنا چھوڑ دیتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں ہماری تو حالت ہی عجیب ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ اور اتباع سنت

> ''حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر معاملات طے کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی بن کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، وہاں جا کر اپنے چچا زاد بھائی کے گھر ٹھہر گئے اور جب صبح کے وقت مکہ کے سرداروں سے مذاکرات کے لیے گھر سے جانے لگے تو اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پاجامہ ٹخنوں سے اُوپر آدھی پنڈلی تک تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ تھا کہ ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا بالکل ناجائز ہے۔ اگر ٹخنوں سے اوپر ہو تو جائز ہے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول اور عادت یہ تھی کہ آپ آدھی پنڈلی تک اپنا ازار رکھتے تھے، اس سے نیچے

---

[1] دیکھیے مشکوۃ ص: ۹۷

نہیں ہوتا تھا...... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی نے کہا کہ جناب! عربوں کا دستور یہ ہے کہ جس شخص کا ازار اور تہبند جتنا لٹکا ہوا ہو، اتنا ہی اس آدمی کو بڑا سمجھا جاتا ہے، اور سردار قسم کے لوگ اپنی ازار کو لٹکا کر رکھتے ہیں اس لیے اگر آپ اپنی ازار اس طرح اونچی پہن کر ان لوگوں کے پاس جائیں گے تو اس صورت میں ان کی نظروں میں آپ کی وقعت نہیں ہوگی، اور مذاکرات میں جان نہیں پڑے گی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے چچا زاد بھائی کی باتیں سنیں تو ایک ہی جواب دیا، فرمایا کہ:

لَا: هٰكَذَا اِزْرَةُ صَاحِبِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نہیں میں اپنا ازار اس سے نیچا نہیں کر سکتا، میرے آقا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار ایسا ہی ہے یعنی اب یہ لوگ مجھے اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں، میری عزت کریں یا بے عزتی کریں، جو چاہیں کریں مجھے اس کی کوئی پروا نہیں، میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار دیکھ چکا ہوں، اور آپ کا جیسا ازار ہے ویسا ہی میرا رہے گا اسے میں تبدیل نہیں کر سکتا۔[1]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ وضو کر کے مسکرانے لگے لوگوں نے اس بے موقع تبسم کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کر کے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔[2]

---

۱ اصلاحی خطبات، ج:۲، ص:۱۶۴ ، ۲ مسند احمد

ایک دفعہ آپ نے مسجد کے دوسرے دروازے پر بیٹھ کر بکری کا پٹھہ منگوایا اور اسے کھایا اور بغیر تازہ وضو کے نماز کو کھڑے ہو گئے پھر فرمایا: آنحضرت ﷺ نے بھی اسی جگہ بیٹھ کر کھایا تھا اور اسی طرح کیا تھا[1]۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور اتباع سنت

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی ہیں آپ کا واقعہ مشہور ہے کہ جب ایران میں کسریٰ پر حملہ کیا گیا تو اس نے مذاکرات کے لیے آپ کو اپنے دربار میں بلایا آپ وہاں تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو تواضع کے طور پر پہلے ان کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا، چنانچہ آپ نے کھانا شروع کیا، کھانے کے دوران آپ کے ہاتھ سے ایک نوالہ نیچے گر گیا...... حضور اقدس ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اس کو ضائع نہ کرو وہ اللہ کا رزق ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے کون سے حصے میں برکت رکھی ہے، اس لیے اس نوالے کی ناقدری نہ کرو، بلکہ اس کو اٹھا لو، اگر اس کے اوپر کچھ مٹی لگ گئی ہے تو اس کو صاف کر لو، اور پھر کھا لو...... چنانچہ جب نوالہ نیچے گرا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث یاد آ گئی، اور آپ نے اس نوالے کو اُٹھانے کے لیے نیچے ہاتھ بڑھایا، آپ کے

---

[1] مسند احمد

برابر ایک صاحب بیٹھے تھے انہوں نے آپ کو کہنی مار کر اشارہ کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ تو دنیا کی سپر طاقت کسریٰ کا دربار ہے، اگر تم اس دربار میں زمین پر گرا ہوا نوالہ اٹھا کر کھاؤ گے تو ان لوگوں کے ذہنوں میں تمہاری وقعت نہیں رہے گی اور یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑے ندیدے قسم کے لوگ ہیں اس لیے یہ نوالہ اٹھا کر کھانے کا موقع نہیں ہے، آج اس کو چھوڑ دو۔ جواب میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کیا عجیب جملہ ارشاد فرمایا کہ:

أأترك سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم لهو لاء الحمقى؟

کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے سرکاری دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دوں؟ چاہے یہ اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں، عزت کریں یا ذلت کریں، یا مذاق اڑائیں، لیکن میں سرکار دو عالم کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ میں مدائن میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک دہقانی کا مہمان بنا وہ ہمارے لیے کھانا لے کر آیا، ہم نے کھانا کھایا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پانی طلب کیا وہ چاندی کے کٹورے میں پانی لے کر

---

[1] اصلاحی خطبات ج:۲،ص: ۱۶۵

آیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کٹورہ لے کر اس کے منہ پر دے مارا۔ ہمیں آپ کا یہ فعل برا لگا (کہ وہ تو اس قدر تکریم کا معاملہ کر رہا ہے اور آپ یہ سلوک کر رہے ہیں) اسی اثناء میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے پوچھا معلوم ہے میں نے اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا ہے؟ عرض کیا کہ نہیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ گزشتہ سال یہ ہوا تھا کہ میں اس کے یہاں آیا میں نے پانی طلب کیا تو اس نے چاندی کے کٹورے میں پانی دیا، میں نے اسے بتایا کہ ہمیں حضور علیہ السلام نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے[1] (اس کے باوجود اس نے اس دفعہ پھر یہی حرکت کی اس وجہ سے میں نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور اتباع سنت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ غصہ آئے اور تم کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ، اور بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ غصہ جاتا رہے گا، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ

''سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ باغ میں پانی دے رہے تھے ایک شخص نے ایسی حرکت کی کہ نالی کی ڈول ٹوٹ گئی اور پانی نکل کر بہنے لگا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا مگر فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یاد آگیا آپ

---

[1] کتاب الآثار، ص:۱۴۳ طبع امدادیہ، ملتان

وہیں کیچڑ اور پانی میں بیٹھ گئے، سارے کپڑے لت پت ہو گئے، مگر آپ نے حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں تاخیر برداشت نہیں کی۔[1]

ایک واقعہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ لیلیٰ کا یاد آیا یہ بھی صحابیہ تھیں انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر کے دوران مینسز سے فراغت پر غسل کے بارے میں یہ ہدایت دی کہ اس وقت نہاتے ہوئے پانی میں کچھ نمک ملا لینا، اس ہدایت کے ملنے پر آپ نے معمول بنا لیا تھا کہ جب بھی غسل کرتی تھیں پانی میں کچھ نمک ضرور ملا لیا کرتی تھیں حتیٰ کہ انہوں نے وصیت کر دی تھی کہ جب میں مروں تو میرے غسل کے پانی میں بھی نمک ضرور ڈال دیا جائے۔[2]

یہ شرعی حکم نہیں ہے انہیں حضور علیہ السلام نے مینسز سے فراغت پر غسل کے پانی میں جو نمک ملانے کا حکم دیا تھا اس میں حکمت یہ تھی کہ اس سے بو وغیرہ زائل ہو جاتی ہے وہ ایک وقتی بات تھی لیکن انہوں نے حضور علیہ السلام کے فرمان کی اس قدر رعایت کی اور اس قدر عمل کیا کہ حد کر دی۔

اتباع ہو تو ایسی

''ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، خطبہ کے دوران آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ

---

[1] مسند احمد ج:۵، ص:۱۵۳ ، [2] ابوداؤد عربی ج:۱، ص:۴۴

مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے ہیں جیسا کہ آج کل بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی تقریر یا جلسہ ہوتا ہے تو کچھ لوگ کناروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ لوگ نہ تو بیٹھتے ہیں اور نہ ہی جاتے ہیں اس طرح کناروں پر کھڑا ہونا مجلس کے ادب کے خلاف ہے اگر تمہیں سننا ہے تو بیٹھ جاؤ اور اگر نہیں سننا تو جاؤ، اپنا رستہ دیکھو، اس لیے کہ اس طرح کھڑے ہونے سے بولنے والے کا ذہن بھی تشویش میں مبتلا ہوتا ہے، اور سننے والوں کا ذہن بھی انتشار کا شکار رہتا ہے۔

بہرحال آنحضرت ﷺ نے کناروں پر کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''بیٹھ جاؤ'' جس وقت آپ نے یہ حکم دیا اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر سڑک پر تھے اور مسجد نبوی کی طرف آ رہے تھے اور ابھی مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ کہ اس وقت ان کے کان میں حضور اقدس ﷺ کی یہ آواز آئی کہ ''بیٹھ جاؤ'' آپ وہیں سڑک پر بیٹھ گئے، خطبہ کے بعد جب حضور اقدس ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو بیٹھنے کا حکم اُن لوگوں کو دیا تھا جو یہاں مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے تھے لیکن تم تو سڑک پر تھے اور سڑک پر بیٹھنے کو تو میں نے نہیں کہا تھا، تم وہاں کیوں بیٹھ گئے؟...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ

جب حضور (اقدس ﷺ) کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ "بیٹھ جاؤ" تو پھر عبداللہ بن مسعودؓ کی مجال نہیں تھی کہ وہ ایک قدم آگے بڑھائے......

اور یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کو جانتے نہیں تھے کہ حضور اقدس ﷺ مجھے سڑک پر بیٹھنے کا حکم نہیں دے رہے تھے، بلکہ اصل بات یہ تھی کہ جب حضور ﷺ کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ "بیٹھ جاؤ" تو اب اس کے بعد قدم نہیں اُٹھ سکتا۔[1]

صحابہ کرام کی اتباع کا یہ حال تھا، اسی حال میں سب رنگے ہوئے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک دفعہ ایسا ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، آپ نے اس کے ہاتھ سے انگوٹھی اُتاری اور پھینک دی پھر فرمایا (کتنے تعجب کی بات ہے) تم میں سے کوئی شخص دوزخ کی آگ کے انگارے کو حاصل کرے اور اسکو اپنے ہاتھ میں پہن لے پھر جب آپ وہاں سے تشریف لے گئے تو اس شخص سے (جس کی انگوٹھی آپ نے پھینکی تھی) کہا گیا کہ خُذْ خَاتَمَكَ اِنْتَفِعْ بِهٖ...... کہ تم اپنی انگوٹھی اُٹھا لو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ (یعنی چاہو تو اس کو فروخت کر دو اور چاہو تو کسی عورت کو دے دو) لیکن اس شخص نے کہا لَا وَ اللّٰهِ لَا آخُذُهٗ اَبَدًا وَ قَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...... کہ نہیں خدا کی قسم میں اسے کبھی نہیں اُٹھاؤں گا جبکہ رسول کریم ﷺ نے اسے پھینک دیا ہے۔[2]

---

[1] اصلاحی خطبات ج:۲، ص:۲۶۱ ، [2] مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص:۳۷۸

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک قوم کے ساتھ ایک میعاد کے لیے التوائے جنگ کا معاہدہ تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ اس معاہدے کے ایام میں اپنا لشکر اور سامان جنگ اس قوم کے قریب پہنچا دیں تا کہ معاہدے کی میعاد ختم ہوتے ہی وہ دشمن پر ٹوٹ پڑیں مگر عین اس وقت جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر اس طرف روانہ ہو رہا تھا یہ دیکھا گیا کہ ایک معمر آدمی گھوڑے پر سوار بڑے زور سے یہ نعرہ لگا رہے ہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ یعنی نعرۂ تکبیر کے ساتھ یہ کہا کہ ہم کو معاہدہ پورا کرنا چاہیے اس کی خلاف ورزی نہ کرنا چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس قوم سے کوئی صلح یا ترک جنگ کا معاہدہ ہو جائے تو چاہیے کہ ان کے خلاف نہ کوئی گرہ کھولیں اور نہ باندھیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر کی گئی، دیکھا تو یہ کہنے والے بزرگ حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنی فوج کو واپسی کا حکم دے دیا تا کہ التوائے جنگ کی میعاد میں لشکر کشی پر اقدام کر کے خیانت میں داخل نہ ہو جائیں[1]

اسے کہتے ہیں اتباع، کیا ہم میں سے کوئی ایسا ہمت والا ہے جو ایسی اتباع کرے، یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ اتباع سنت کے جو جذبات صحابہ

---

[1] مشکوٰۃ ص: ۳۴۷

کرام کے اندر مردوں میں تھے وہی عورتوں میں تھے، احادیث مبارکہ میں خواتین کی اتباع سنت کے بھی ڈھیروں واقعات ملتے ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی کا انتقال ہوگیا، چوتھے دن ان کے پاس کچھ عورتیں ملنے آئیں (تعزیت کی غرض سے آئی ہوں گی) انہوں نے ان سب کے سامنے خوشبو منگوا کر لگائی اور فرمایا: وَ اللّٰهِ مَالِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَ عَشْرًا[1]"...... بخدا مجھے خوشبو لگانے کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے منبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو شوہر کے سوا کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے صرف شوہر کی وفات پر چار مہینے دس دن سوگ کرے گی (یہ اسی حکم کی تعمیل ہے)

ایسی صورت ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی پیش آئی جب ان کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے بھی تین روز کے بعد تیل لگایا، خوشبو ملی اور کہا مجھے اس کی ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں ہے اس لیے میں نے ایسا کیا ہے[2]"

---

[1] ابوداؤد ج:۱،ص:۳۱۴ ، [2] ایضاً ص:۳۱۴

ایک لڑکی کا انتہائی حیرت انگیز واقعہ ذکر کر کے بات ختم کرتا ہوں اس واقعے سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس زمانے کی عورتوں کے کیا جذبات تھے اور وہ نبی علیہ السلام کے ارشادات پر کس قدر جان چھڑکتی تھیں۔

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ اتفاق سے آپ بہت سیاہ فام تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کے جانثاروں میں شمار ہونے لگے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے خوش ہو کر فرمایا! سعدؓ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ ایسے کالے کلوٹے اور بدصورت کو لڑکی کون دے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ قبیلہ ثقیف کے سردار سے کہو کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دو سعدؓ نے جا کر پیغام سنایا۔ سردار کو ان کی اس بات سے ذرا تأمل ہوا کہ اپنی حسین وجمیل بیٹی کا رشتہ اس سے کر دوں حضرت سعد رضی اللہ عنہ مایوس ہو کر واپس جانے لگے تو پردے کے پیچھے سے آواز آئی کہ جانے والے ذرا ٹھہر جا، وہ ٹھہر گئے پھر آواز آئی کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے میرے ساتھ نکاح کرنے کو بھیجا ہے؟ اگر یہ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے تو بسروچشم قبول ہے، اس میں تردد کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے بعد اس سعادت مند بیٹی نے باپ کو سمجھایا کہ آپ نے بہت برا کیا آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اسلام تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور رضا جوئی کے لیے سب کچھ قربان کرنے کا حکم دیتا ہے، یہی تو محبت کا تقاضا ہے کہ اپنی ہر پیاری چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نچھاور ہو جائے چنانچہ باپ کے دل پر اس کا بہت اثر ہوا اور جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غلطی کی معافی مانگی

حضور ﷺ نے تسلی دی، اور بالآخر حضرت سعدؓ کی شادی عرب کے اس معزز سردار کی خوبصورت بیٹی سے ہوگئی۔

غور کیا آپ نے آج کوئی ایسا کر سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ سے خوش تھے اور دنیا ہی میں ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا پروانہ عطا فرما دیا تھا۔ بہرحال بھائی وقت بہت ہو گیا باتیں لمبی ہو گئیں میں عرض کر رہا تھا کہ قبولیت عمل کی دو شرطیں ہیں ایک اخلاص، دوسری اتباع سنت یہ دونوں شرطیں انتہائی اہم اور ضروری ہیں ان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے یہ دونوں شرطیں ہمارے اندر پیدا فرما دے۔

اللّٰهم انت السلام و منك السلام تباركت ياذا الجلال و الاكرام اللّٰهم صل على محمد و على ال محمد كما صليت على ابراهيم و على ال ابراهيم انك حميد مجيد اللّٰهم بارك على محمد و على ال محمد كما باركت على ابراهيم و على ال ابراهيم انك حميد مجيد۔ ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنكونن من الخاسرين ربنا لا تجعلنا فتنةً للقوم الظلمين و نجنا برحمتك من القوم الكفرين ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب ربنا اتنا فى الدنيا حسنةً وفى الآخرة حسنةً و قنا عذاب النار۔ رب اغفر و ارحم و انت خير الراحمين رب اغفر و ارحم و انت خير الراحمين

اللهم انا نسئلك من خير ما سئلك منه نبيك سيدنا محمد صلى اللّٰه عليه وسلم و نعوذ بك من شرما استعاذ منه بينك سيدنا محمد صلى اللّٰه عليه وسلم و انت المستعان و عليك البلاغ و لاحول و لاقوة الا باللّٰه۔ اللّٰهم انا نسئلك العفو و العافية و المعافاة فى الدين و الدنيا و الآخرة، اللّٰهم احسن عاقبتنا فى الامور كلها و اجرنا من خزى الدنيا و عذاب الآخرة، اللّٰهم انك عفو تحب العفو فاعف عنا اللّٰهم انك عفو تحب العفو فاعف عنا اللّٰهم انا نسئلك رضاك و الجنة و نعوذبك من غضبك و النار اللّٰهم انا نسئلك رضاك و الجنة و نعوذبك من غضبك و النار۔

یا اللہ! اس ماہ مبارک میں ہم نے جو بھی ٹوٹے پھوٹے عمل کیے ہیں ان کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرما، ہم سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ غلطیاں ہوئی ہیں ان سے درگزر فرما۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے، اس رمضان کی برکت سے ہماری مغفرت فرما دے جہنم سے خلاصی نصیب فرما دے، قرآن مجید جو ہم نے پڑھا، یا اللہ اپنی بارگاہ میں قبول فرما لے اور جن لوگوں نے سنا، یا اللہ اُن کے سننے کو قبول فرما لے ہم سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں کسی کی دل شکنی ہوئی یا اللہ اُس کو معاف فرما دے، یا اللہ قرآن مجید کے صدقے ہماری پریشانیوں کو دور فرما، ہماری مشکلات کو آسان فرما دے، بیماروں کو صحت عطا فرما دے یا اللہ جو مقروض ہیں اُن کو قرض سے نجات دے دے، یا اللہ ہمارے والدین کی مغفرت فرما دے یا اللہ جنہوں نے ہمیں اس

لائن پر لگایا اے اللہ محض اپنے فضل و کرم سے اُن کے درجوں کو بلند فرما دے، اُن کی قبروں کو نور سے منور فرما دے، یا اللہ ہمارے اساتذہ کرام جو حیات ہیں اُن کی مساعی کو قبول فرما اُن کو مزید دین کی خدمت کی توفیق نصیب فرما، جو اس دنیا سے جا چکے ہیں اُن کو وہاں کی راحتیں نصیب فرما، اُن کے درجات کو بلند سے بندتر فرما، حضور علیہ السلام کے صدقے میں یا اللہ ہمیں معاف فرما، ہمیں مرتے وقت کلمہ نصیب فرما، آخرت میں حضور علیہ السلام کا ساتھ اور آپ کی شفاعت نصیب فرما، ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرما، یا اللہ ہماری اولادوں کو نیک بنا دے، یا اللہ ہماری اولادوں کو نیک اور صالح بنا دے، یا اللہ اس سلسلے کو جیسے یہ ہم تک پہنچا ہے ہم کو آگے تک پہنچانے کی توفیق عطا فرما۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم و تب علينا انك انت التواب الرحیم۔ بھائی بہت سے لوگوں نے دعا کی درخواست کی ہے، مجھے بھی نام یاد نہیں کس کس کا نام لیا جائے، سب کے لیے ہی دعا کریں جس جس نے جن مقاصد کے لیے دعا کا کہا ہے، اللہ اُن کو اُن کے نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرما۔ اُن کی حاجات کو پورا فرما، اگر تکلیف میں ہیں اُن کی تکلیف کو دور فرما۔ اے اللہ ہماری ان دعاؤں کو حضور علیہ السلام کے صدقے قبول فرما۔ صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقه سیدنا و مولٰنا محمد و آله و اصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

خلاصۃ القرآن

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک
و مُدیر صُفّہ ٹرسٹ موہنی روڈ لاہور

صُفّہ ٹرسٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم نے جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور میں ۳۰ر رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ/ ۸ر جنوری ۲۰۰۰ء کو صبح فجر کی نماز کے بعد درس کے موقع پر تقریباً پانچ سو اَفراد کی موجودگی میں ''قرآن کا خلاصہ کیا ہے؟'' کے موضوع پر بیان فرمایا تھا، بیان کا مضمون عمومی طور پر مفید محسوس ہوا اس لیے راقم الحروف نے آواز کو اَلفاظ کا جامہ پہنا کر حضرت مولانا مدظلہم سے گزارش کی کہ آپ اِس پر نظر ثانی فرمالیں، حضرت مولانا مدظلہم نے اس پر نظرِ ثانی نیز مفید اضافے بھی فرمائے جن سے اِس بیان کی اِفادیت کئی گنا بڑھ گئی

''صفہ ٹرسٹ'' کے شعبہ نشر و اشاعت نے رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ/ دسمبر ۲۰۰۲ء میں اِسے رسالہ کی صورت میں شائع کیا، جلد ہی یہ رسالہ ختم ہو گیا اور مانگ بھی تھی لہٰذا ۲۷ر رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ / ۵ر اگست ۲۰۱۳ء میں اس رسالہ کو'' خطبات مولانا نعیم الدین'' کی پہلی جلد کا حصہ بنایا جارہا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ!

حاضرین محترم!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں ایک روزہ اور مل گیا ہم اللہ کے شکرگزار ہیں اور اس حوالے سے آپ کے ساتھ مزید دو چار باتیں کرنے کی بھی توفیق ملی ،آج تو یقیناً رمضان کا آخری دن ہے دو چار باتیں جو انتہائی اہم ہیں آپ کے گوش گزار کرنی ہیں ، اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات کہنے ، سننے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ:

ہمارے لاہور میں ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں آپ نام جانتے ہوں گے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ،آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی اللہ تھے ، پورے چالیس برس آپ نے لاہور میں قرآن کا درس دیا ہے، آپ تحریک شیخ الہندؒ کے ایک جانباز مجاہد تھے،انگریز نے آپ کو

ہندوستان میں گرفتار کیا اور وہاں سے آپ کو لے کر لاہور آیا، یہاں جس وقت حضرت تشریف لائے آپ سے کہا گیا اپنا کوئی ضمانتی پیش کر دیں تو آپ کو چھوڑ دیا جائے گا، لیکن لاہور کی بدقسمتی تھی اُس وقت کہ لاہور سے کوئی آپ کا ضمانت دینے والا نہیں نکل سکا، اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اہلِ لاہور پر کہ کسی طرح سے آپ کی ضمانت ہوئی اور آپ لاہور ہی میں ٹھہر گئے، لاہور کا اُس وقت یہ حال تھا کہ بدعت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی درس قرآن وغیرہ کا کوئی تصور نہیں تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وجودِ مسعود سے درس قرآن کی بنا ڈلی، پورے چالیس برس حضرت نے یہاں پر درس قرآن دیا اور بڑی شان سے درسِ قرآن دیا آپ کے درسِ قرآن سے بڑے بڑے لوگوں نے فیض پایا، اور آپ کی بدولت لاہور میں سُنّت کی فضا پھیلی اور صحیح اعمال لوگوں نے جانے اور بہت سے لوگ صحیح اَعمال کرنے والے بن گئے، اللہ تعالیٰ حضرت پر ڈھیروں رحم و کرم فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کے صدقے ہمیں بھی دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جب ۱۹۶۲ء میں انتقال ہوا تو اہلِ لاہور نے دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ایک لاکھ کا کثیر مجمع اکٹھا ہوا اور لوگوں نے نمازِ جنازہ پڑھی، بڑی شان کا وہ مجمع تھا اور بڑی آب وتاب سے وہ نماز ہوئی تھی۔

ہمارے ایک دوست ہیں سٹیٹ بینک میں ملازم رہے ہیں وہ سنایا کرتے ہیں کہ میں اہلِ بدعت کے بہکانے کی وجہ سے حضرت لاہوریؒ کا بہت ہی شدید مخالف تھا اُنہیں کافر سمجھتا تھا اور اُنہیں گالیاں دیتا تھا بہت زیادہ، لیکن جب میں نے اپنی آنکھوں سے حضرتؒ کا جنازہ دیکھا تو میرے ضمیر نے اندر سے مجھے جھنجھوڑا اور کہا کہ یہ کسی غلط شخص کا جنازہ نہیں ہو

سکتا، اُن کے جنازہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دے دی، اور یہ ہوا کرتا ہے ہمارے اسلاف میں یہ روایتیں چلی ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ارشاد

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو چوتھے امام تھے ائمہ اربعہ میں سے اور بہت بڑے فقیہ، محدث اور مجتہد تھے اپنے زمانے کے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ ''ہمارے درمیان اور اہلِ بدعت کے درمیان فیصلے ہمارے جنازے کیا کرتے ہیں'' چنانچہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا اور آپ کا جنازہ چلا تو اللہ کا کچھ ایسا فضل ہوا، کچھ اس شان سے جنازہ گیا کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ستر ہزار آتش پرست جنازہ کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے،تو یہ سلسلہ چلتا چلا آیا ہے ہمارے اَسلاف اور ہمارے اَکابر سے ،اللہ تعالیٰ نے اُن کے جنازوں میں یہ برکات رکھی ہیں کہ اُن کے جنازے دیکھ کر اہلِ باطل کو ہدایت ملی ہے ، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا ، اُن کے جنازے کو دیکھ کر بھی نجانے کتنے لوگوں کو ہدایت ملی ، پھر آپ کی تدفین ہوئی اور یہ منظر بھی اہلِ لاہور نے دیکھا اور اب تک اس منظر کو دیکھنے والے ممکن ہے بہت سے ہوں کہ حضرت کو جہاں دفنایا گیا وہاں سے بے انتہا خوشبوئیں اُٹھیں ،لوگوں نے اسے آنکھوں سے دیکھا اور اخبارات میں یہ چیز چھپی ، اللہ تعالیٰ نے اہلِ سنت کے ساتھ یہ معاملہ رکھا ہے ، اس کے برعکس یہ بھی سنتے چلیں کہ ابھی حال ہی میں ہمارے لاہور میں ایک نامی گرامی عالم اہلِ بدعت کے فوت ہوئے وہ جب فوت ہوئے تو سارے لاہور میں اشتہار بازی کی گئی اور جنازے کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا گیا ، بڑے بڑے پوسٹر لگے لیکن ہم نے خود

دیکھا کہ چند ہزار لوگ بھی اکٹھے نہیں ہوئے اور جو لوگ گئے بھی اُن کے تأثرات بھی کچھ اچھے نہیں تھے ہمیں آ کر اُنہوں نے بتایا کہ وہاں یہ ہوا، وہاں یہ ہوا، تو اہلِ سنت اور اہلِ بدعت میں اللہ تعالیٰ نے جنازوں کے ذریعے یہ تفریق رکھی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق دے، ہمارے لیے یہ بھی عبرت کا سامان ہے۔

قرآن کا خلاصہ تین چیزیں ہیں

بہرطور میں بتا رہا تھا کہ ہمارے اس لاہور میں ایک بزرگ تھے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ'' قرآن کا خلاصہ تین چیزیں ہیں'' سارے قرآن کو پڑھ جائیے تین چیزیں آپ کو ملیں گی ایک یہ کہ اللہ کو عبادت سے راضی رکھو، دوسرے یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطاعت سے راضی رکھو، اور تیسرے یہ کہ اللہ کی مخلوق کو خدمت سے راضی رکھو، گویا پورے قرآن کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ کو عبادت سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطاعت سے اور مخلوق کو خدمت سے راضی رکھو، حقیقت یہ ہے کہ پوری شریعت کو آپ دیکھیں گے کتاب وسنت کو آپ دیکھیں گے تو سچی بات یہ ہے کہ یہی تین چیزیں آپ کو ملیں گی۔

پہلی چیز

پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی عبادت، اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کریں چنانچہ ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ جن وانس کی تخلیق ہوئی ہی اسی لیے ہے کہ وہ اللہ کی عبادت

کریں، اللہ کی عبادت نماز ہے، روزہ ہے، حج ہے، زکوٰۃ ہے، وغیرہ وغیرہ نماز کا وقت آئے تو سب کام چھوڑ کر اللہ کے اِس حکم کے تحت نماز پڑھنی شروع کر دیں وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ، اللہ تعالیٰ کا منادی جب ہمیں بلائے اذان کی آواز آئے تو تمام کام چھوڑ کر نماز کی طرف چل دیں، کاروبار کی فکر نہ کریں، ہم نے یہ تجربہ کیا ایک دفعہ نہیں بارہا کہ منادی کی آواز کو سُن کر چلے گئے اور پیچھے آئے تو ہم نے منتظر ہی کھڑے پایا لوگوں کو، انتظار کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ یہ خاص فضل فرماتے ہیں۔

حدیث شریف کا مفہوم ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ' جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اُس کے ہو جاتے ہیں، آپ نماز کے اُوقات میں کاروبار کو چھوڑ کر دنیا کے دھندوں کو چھوڑ کر نماز کی طرف جائیں گے اللہ آپ کے کاروبار میں برکت عطا فرمائیں گے اور اگر آپ نماز کی طرف دھیان نہیں دیں گے تو ایک تو گناہ ہوگا اور دوسرے یہ ہوگا کہ برکت کاروبار سے اُٹھ جائے گی، پریشانیاں لاحق ہو جائیں گی، بڑا المیہ ہے کہ ہم لوگ کاروبار کی وجہ سے نماز جیسی عبادت کو چھوڑ دیتے ہیں جب کہ چاہیے یہ تھا کہ نماز کے لیے کاروبار کو چھوڑ دیا جاتا، اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا لَا نَسْئَلُکَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُکَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلتَّقْوٰی اے نبی (ﷺ) آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجیے ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے روزی تو ہم خود دیں گے آپ کو، اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنا روزی ملنے کا سبب ہے جو نماز پڑھے گا اسے اللہ کی طرف سے روزی مل گیا، ایک حدیث

شریف کا مفہوم ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ پانچ طرح سے اس کا اعزاز و اکرام فرماتے ہیں ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹادی جاتی ہے، دوسرے یہ کہ اس سے عذاب قبر ہٹا دیا جا تا ہے، تیسرے یہ کہ قیامت کے دن اس کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے، چوتھے یہ کہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے، پانچویں یہ کہ حساب وکتاب سے محفوظ رہیں گے، غور فرمایئے نماز کس قدر برکت والی عبادت ہے اس سے رزق کی تنگی دور ہوتی ہے آخرت کی مشکلیں حل ہوتی ہیں، ایسی عظیم عبادت کو ہم کاروبار کی وجہ سے چھوڑ دیں کس قدر محرومی کی بات ہے، میرے محترم بھائیو! یہ دنیا ہمیشہ نہیں رہنی ایک دن بہر حال یہاں سے جانا ہے اس لیے صرف دنیا ہی کی فکر نہ کریں آخرت کی بھی فکر کریں، وہاں کی بھی تیاری کریں، جب نماز کا وقت آئے نماز پڑھیں، روزوں کے ایام رمضان کا مہینہ آئے رمضان کے روزے رکھیں، اللہ تعالیٰ نے اگر استطاعت بخشی ہو اتنے پیسے پاس ہوں کہ حج کے لیے آ جا سکتے ہوں تو حج کریں، صاحب نصاب ہوں تو ہر سال اہتمام کے ساتھ زکوٰۃ ادا کریں، ہمارے لوگوں نے آج کل زکوٰۃ کے معاملے میں نہایت ہی سستی برت رکھی ہے، اسی کی نحوست ہے کہ بارشیں نہیں ہو رہی ہیں، قحط سالی کا اندیشہ ہے اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، کوشش کرنی چاہیے کہ ہم خوش دلی کے ساتھ یہ فریضہ ادا کریں۔

جہاد کا موقع آئے تو اپنی جان دینے سے گریز نہ کریں جہاد میں جائیں قربانی کا موقع آئے تو خوش دلی کے ساتھ اللہ کے حضور میں جانوروں کو قربان کریں، غرضیکہ اللہ تعالیٰ جب ہم سے یہ تقاضا کریں کہ تم یہ عبادت کرو تو نہایت

خوش دلی کے ساتھ اللہ کی عبادت میں لگ جائیں، قرآن کی پہلی چیز تو یہ ہے۔

دوسری چیز:

اور دوسری چیز یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو ہم اطاعت سے فرمانبرداری سے راضی رکھیں، حضور علیہ السلام کی رضا اس میں ہے کہ ہم آپ کی سنتوں کی پیروی کریں اسی کو ہم عربی میں کہتے ہیں ''اتباع سنت''۔

اتباعِ سُنت:

اتباع سنت بہت بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ جس کو نصیب فرما دیں وہی اس پر پوری طرح عمل پیرا ہو سکتا ہے، ہمیں اللہ سے دعا بھی کرنی چاہیے کہ اللہ ہمیں اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائیں، اتباع سنت ہر چیز میں ہونی چاہیے، شکل وصورت میں، لباس و پوشاک میں، کھانے پینے میں، چلنے پھرنے میں، اُٹھنے بیٹھنے میں، رفتار و گفتار میں غرضیکہ ہر طرح سے حضور علیہ السلام کی سنت ہمارے سامنے ہونی چاہیے، حضور علیہ السلام کھاتے کیسے تھے، پیتے کیسے تھے، چلتے کیسے تھے، کسی سے ملتے جلتے کیسے تھے، آپ کی شکل وصورت مبارک کیسی تھی اور آپ ﷺ کا لباس و پوشاک کیسا تھا، آپ کا رہن سہن کیسا تھا؟ یہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہم اپنانے والے بن جائیں تو حضور علیہ السلام کی رضا یقیناً ہمیں نصیب ہوگی اور اگر ہم نے حضور علیہ السلام کی ان سنتوں کو چھوڑ دیا تو بدقسمتی سے کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور علیہ السلام ہم سے ناراض ہو جائیں۔

اتباع سنت کی اہمیت:

اتباع سنت کی اہمیت قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور کُتب فقہ میں

بہت زیادہ آئی ہے۔ دیکھیے! ہر انسان میں فطری طور پر اللہ تعالیٰ کی محبت پائی جاتی ہے اس میں مسلم غیر مسلم کی بھی کوئی تفریق نہیں لیکن کس کی محبت کارآمد ہے اور کس کی نہیں اس کا اللہ تعالیٰ نے ایک معیار بتلایا ہے وہ یہ کہ جس کی محبت ہمارے نبی کی اتباع میں ہوگی وہ کارآمد ہے اور جس کی محبت ہمارے نبی کی اتباع میں نہیں ہوگی وہ کارآمد نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ الآیۃ اے ہمارے نبی ﷺ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ میری اتباع کا یہ فائدہ ہوگا کہ ایک تو تم سے بھی اللہ محبت کرنے لگیں گے گویا تم اللہ کے محبوب بندے بن جاؤ گے دوسرے اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بھی بخش دیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ سے محبت اُسی شخص کی کارآمد ہے جو حضور علیہ السلام کا مُتَّبع ہے نبی علیہ السلام کی اتباع کے صدقہ اسے مقام محبوبیت حاصل ہو رہا ہے اور یہ اللہ کا محبوب بن رہا ہے اور ساتھ ہی اس کے گناہ بھی بخشے جا رہے ہیں۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُو اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا تمہارے لئے یعنی ان لوگوں کے لئے جو اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی اُمید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں اُن کے لیے رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات بہترین نمونہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کو اسوہ اور نمونہ قرار دے کر اہل ایمان کو گویا یہ دعوت دی ہے کہ انھیں ہر معاملہ میں نبی کریم ﷺ کی شخصیت کو سامنے رکھنا چاہیے اور اپنی زندگی آپ کی زندگی کے مطابق بنانی چاہیے، تمام امور میں آپ کی پیروی اور آپ کی اتباع کرنی چاہیے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس دل میں اللہ کی محبت اور آخرت کی فکر ہوگی وہ ضرور بہ ضرور حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کو اپنائے گا لہٰذا جو شخص آپ کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی نہیں گزارتا سمجھ لیا جائے کہ نہ اُسے اللہ سے محبت ہے اور نہ اُسے فکرِ آخرت ہے۔

خدا توفیق دے! احادیث مبارکہ پڑھیے آپ کو معلوم ہوگا کہ اتباع سنت کی کیا اہمیت ہے، حدیث شریف میں آتا ہے حضرت عِرْبَاضْ بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ ایسا ہوا حضور اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے اور نہایت مؤثر انداز میں نصیحت کی کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دلوں میں خوف پیدا ہو گیا، ایک صاحب کہنے لگے یا رسول اللہ (ﷺ) آپ نے تو آج ایسے (عجیب انداز سے) نصیحت کی ہے جیسے کوئی جانے والا (بہت ہی اہتمام سے اپنے لوگوں کو آخری) ہدایات دیا کرتا ہے لہٰذا کچھ اور نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا:

اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللہِ وَ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ--- میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی اور امیر کی بات سننے اور اس پر عمل کرتے رہنے کی نصیحت کرتا ہوں، وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبْشِیًا--- اگر چہ تمہارا امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، فَاِنَّہٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا--- دیکھو تم میں سے جو

میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ--- ایسی حالت میں تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ--- اس سے تمسک کرنا اور اسے دانتوں کے ذریعہ مضبوطی سے تھام لینا، وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ--- دیکھو دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچنا، فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ"--- کیونکہ دین میں پیدا کی جانے والی ہر نئی بات بدعت ہے، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"--- اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس حدیث میں اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضور علیہ السلام تین باتوں کی نصیحت فرمارہے ہیں (۱) تقوی کی کہ اپنے اندر تقوی پیدا کرو (۲) سمع وطاعت کی کہ اپنے اندر بڑوں کی باتیں سننے اور ماننے کا جذبہ پیدا کرو (۳) اتباع سنت کی کہ میری اور میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔

اتباع سنت پر جنت کی بشارت:

ایک حدیث شریف میں آتا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

" مَنْ اَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللهِ اِنَّ هٰذَا فِي اُمَّتِكَ الْيَوْمَ كَثِيْرٌ" قَالَ وَسَيَكُوْنُ فِي قَوْمٍ بَعْدِيْ" [۱]

جو شخص حلال وطیب کھائے، سنت کے مطابق عمل کرے اور لوگ اس کی ایذاؤں سے محفوظ رہیں ایسا شخص جنت میں جائے گا، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ

---

[۱] الترغیب والترہیب ج:۱، ص:۴۱

(ﷺ) فی زمانہ ایسے لوگ تو بہت ہیں فرمایا: میرے بعد
کے لوگوں میں بھی ایسے افراد ہوں گے۔

اس حدیث پاک میں تین کام کر لینے پر جنت کی بشارت سنائی گئی ہے، (۱) حلال و طیب کھانے پر (۲) سنت کے مطابق عمل کرنے پر (۳) لوگوں کی ایذا دہی سے بچنے پر۔

اتباع سنت پر جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہوگی:

یہ بھی ذہن میں رکھیے اتباع سنت پر صرف جنت ہی نہیں ملے گی بلکہ جنت میں حضور علیہ السلام کی معیت بھی نصیب ہوگی چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں '' مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِی وَمَنْ اَحَبَّنِی کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّةِ ''[۱] جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ سبحان اللہ، سنت کی اتباع پر جنت مل رہی ہے اور سنت سے محبت کرنے پر حضو علیہ السلام کی معیت نصیب ہو رہی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی محبت کی نشانی آپ کی سنت سے محبت کرنا ہے۔ جو حضور علیہ السلام سے سچی محبت کرے گا وہ یقیناً یقیناً آپ کی سنت سے بھی محبت کرے گا۔ لھذا جو شخص نہ آپ کی سنت کی اتباع کرے نہ اسے آپ کی سنت سے کوئی محبت و پیار ہو اور دعوٰی کرتا پھرے کہ اسے حضور سے محبت ہے سمجھ لو کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ سچا عاشق وہی ہوگا جو متبع سنت اور محبِ سنت ہوگا۔

---

۱ ترمذی بحوالہ مشکوۃ ص: ۳۰

اتباع سنت پر سو شہیدوں کا اجر:

حضور اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور انور ﷺ نے فرمایا: "مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ"[1] جس نے میری امت کے ساتھ فساد اور بگاڑ کے وقت میری سنت پر مضبوطی سے عمل کیا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا، اللہ اکبر یہ اتباع سنت کا درجہ و مقام کہ ایک سنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے پر سو شہیدوں کا ثواب دیا جا رہا ہے۔

کبھی آپ نے سوچا ہے کہ ایک سنت پہ عمل پیرا ہونے پر اتنا بڑا اجر کیوں ہے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ شہید کو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تکلیف اُٹھاتا ہے اور جان بھی دیتا ہے لیکن شہید کو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی فساد و بگاڑ کے زمانہ میں سنت پر چلنے والے کو ہوتی ہے حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید کو بس اتنی سی تکلیف ہوتی ہے جتنی چیونٹی کے کاٹنے کی[2] چھری لگی یا گولی لگی اور ختم لیکن جو شخص صحیح معنیٰ میں سنت پر چل رہا ہے اسے اپنے اور پرائیوں سے روز روز کچوکے لگتے ہیں اُس پر طرح طرح کی طعنے بازی اور آوازے کسے جاتے ہیں اور یہ بیچارہ سب کچھ برداشت کرتا ہے لہٰذا اس کی تکلیف شہید سے بڑھ جاتی ہے اس لیے اس کا ثواب بھی بڑھ جاتا ہے، بہرکیف سوچا جائے تو اس حدیث میں ہمارے لیے بہت بڑی بشارت دی گئی ہے کہ ایک سنت پہ عمل کرنے پر سو شہیدوں کا اجر و ثواب دینے کا وعدہ کیا گیا ہے اگر انسان ایسے وقت میں روزانہ سنتوں پر عمل کرنے لگے تو اُسے ہزاروں

---

[1] الترغیب والترہیب ج:۱،ص:۴۱، مشکوۃ ص:۳۰ وفیہ عن ابی ہریرۃ ، [2] مشکوۃ ص:۳۳۳

لاکھوں شہیدوں کا اجر وثواب مل جائے ،اور سنیے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ اَحْیٰی سُنَّۃً مِنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ فَاِنَّ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئاً وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَۃً ضَلَالَۃً لَا یَرْضَاھَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلَ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِھَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْئاً" [1]

جس شخص نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مردہ ہوچکی تھی تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ اس سنت پر عمل کرنے والوں کو ملے گا بغیر اس کے کہ اِن (سنت پر عمل کرنے والوں) کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے اور جس شخص نے گمراہی کی کوئی ایسی نئی بات (بدعت) نکالی جس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش نہیں ہیں تو اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا کے اس بدعت پر عمل کرنے والوں کو گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان (بدعت پر عمل کرنے والوں) کے گناہ میں کوئی کمی کی جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے حضور علیہ السلام کی کسی مردہ سنت کو زندہ کیا اور لوگ اس سنت پر عمل کرنے لگے تو اس شخص کو ایک تو احیاءِ

---

[1] ترمذی شریف بحوالہ مشکوۃ ص:۳۰

سنت کا اجر ملے گا ہی اس کے ساتھ ساتھ جس قدر لوگ اس سنت پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی اس احیاءِ سنت والوں کو ملے گا۔ حاضرین محترم بات بہت لمبی ہو گئی بس ایک واقعہ سنا کر بات کو مختصر کرتا ہوں

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا واقعہ

گیارہویں صدی ہجری کے شروع میں ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، آپ کے تجدیدی کارناموں سے دنیا واقف ہے، آپ نے اکبر کے الحاد کا مقابلہ کیا، جہانگیر کی تربیت کی، اس کی بدولت دنیا نے دیکھا کہ اورنگزیبؒ کے دور میں پورے ہندوستان میں اور پورے پاکستان میں اور آگے بڑھ کر پورے افغانستان میں اسلام نافذ ہوا، آپ نے نفاذِ اسلام، اتباعِ سنت اور بدعت کے خاتمے کے لیے انتھک محنت کی تھی،

یہ ایک رسالہ ہے ''زم زم'' یہ نکلتا ہے ہندوستان سے، اس کے ایڈیٹر ہیں حضرت مولانا محمد ابوبکر غازی پوری مدظلہم گزشتہ دنوں وہ یہاں تشریف بھی لائے ہوئے تھے[1]، انہوں نے اس رسالہ میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا، وہ نظر سے گزرا تو جی چاہا کہ آپ کو بھی سنایا جائے، یہ ایک کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

> ''حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک بزرگ چشتیہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ ''مجھ کو کئی سال نسبتِ حق میں قبض تھا، آپ کے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی

---

[1] ۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ/ ۸ فروری ۲۱۰۲ء ان کا انتقال ہو گیا

تو حضرت خوا جہؒ کی دعا اور توجہ سے میری حالتِ قبض
بسط سے بدل گئی، اللہ تعالیٰ نے وہ جو حالتِ قبض طاری تھی
اس کو دور فرما دیا اور انشراح نصیب ہو گیا، آپ بھی کچھ
توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت خوا جہؒ نے اپنے تمام خلفاء اور
مریدین کو آپ کے حوالے کر دیا ہے'' حضرت مجدد الف
ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ!'' بھا
ئی میرے پاس تو اتباع سنت کے سوا کچھ بھی نہیں'' اتباع
سنت کے سوا کچھ بھی نہیں'' یہ سنتے ہی اُن بزرگ پر حال
طاری ہوا اور کثرتِ نسبت اور قوتِ باطنی کے اثرات
سے سر ہند شریف کی زمین گردش کرنے لگی، سر ہند
شریف کی زمین حرکت کرنے لگی کہ جیسے زلزلہ آ رہا ہے،
حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خادم سے فرمایا کہ'' طاق
میں سے مسواک اُٹھا لاؤ'' آپ نے مسواک کو زمین پر
ٹیک دیا، اُسی وقت زمین ساکن ہو گئی حرکت ختم، اور اُن
بزرگ کی کیفیتِ جذبی بھی جاتی رہی، اس کے بعد حضرت
مجدد صاحبؒ نے اُن بزرگ سے فرمایا کہ'' تمہاری
کرامت سے زمین سر ہند جنبش میں آ گئی اور اگر فقیر دعا
کرے تو انشاء اللہ زمین سر ہند شریف کے مردے زندہ ہو
جائیں لیکن میں تمہاری اس کرامت کہ جس سے زمین ہلنے
لگی اور اپنی اِس کرامت سے کہ دعا سے سر ہند شریف کے

تمام مردے زندہ ہو جائیں اَثنائِ وضوء میں بطریق سنت
مسواک کرنے کو بدرجہا افضل جانتا ہوں‘‘

کرامتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے، ایک معمولی سی سنت کہ مسواک کو سنت کے مطابق وضو کے اندر کیا جائے اس کا درجہ اتنا بڑا ہے کہ مردے زندہ ہو جائیں اس کرامت کی بھی کوئی حیثیت نہیں جتنا اس کا درجہ ہے، اس سے اندازہ کیجیے کہ آنحضرت ﷺ کی سنت کی اہمیت کیا ہے؟ اور ہمارے بزرگوں کے دلوں میں اس کی کتنی قدر تھی؟ آج ہم نے اس سنت کو کھو دیا ہے اور ہمارے دلوں میں اس کی قدر نہیں ہے۔

معاف کیجیے گا جب ہم بات کرتے ہیں تو لوگ یوں کہہ دیتے ہیں کہ مولوی صاحب سنت ہی تو ہے چھوڑ بھی دی تو کیا ہوا؟ غور کیجیے آپ کہ ہماری زبانوں پر یہ کلمات ہوتے ہیں اور حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کیا فرما رہے ہیں؟ مردے زندہ ہو جائیں تو کیا ہوتا ہے اصل چیز تو سنت ہے۔

میرے محترم! مسلمان ہو کر اور حضور علیہ السلام کے نام لیوا ہو کر ہماری زبانوں سے یہ کلمات نکلنا کہ سنت ہی تو ہے کیا ہوا، یہ ہماری بدنصیبی کے سوا کچھ نہیں ہے، اگر حضور علیہ السلام نے کل قیامت کے دن یہ پوچھ لیا کہ صاحب آپ ہی ہیں وہ جو یہ کہا کرتے تھے کہ سنت ہی تو ہے کیا ہوا، اب آپ میرے سامنے کس منہ سے آئے ہیں کہ سفارش کرو؟ تو ہم کیا جواب دیں گے، سوچنا چاہیے، بہرطور بھائی مختصر بات یہی ہے کہ لباس و پوشاک میں، شکل وصورت میں، چلنے پھرنے میں، اُٹھنے بیٹھنے میں، کردار و گفتار میں، غمی وخوشی کے موقع پر،

کھانے پینے میں ہر ایک معاملے میں ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا طریقہ کیا تھا؟ اس طریقہ کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

تیسری چیز:

تیسری چیز ہے مخلوق کو خدمت سے راضی رکھنا، مخلوق کی خدمت بہت اہم چیز ہے، حدیث شریف میں آتا ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں

"مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ"[1]

جو شخص مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے خادمِ خاص فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ قَضٰی لِاَحدٍ مِّنْ اُمَّتِیْ حَاجَۃً یُّرِیْدُ اَنْ یَّسُرَّہٗ بِھَا فَقَدْ سَرَّنِیْ وَ مَنْ سَرَّنِیْ فَقَدْ سَرَّاللّٰہَ وَ مَنْ سَرَّ اللّٰہَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ"[2]

جو شخص میری امت میں سے کسی شخص کی حاجت وضرورت کو پورا کرے اور اس سے اس کا مقصد اس شخص کو فقط خوش کرنا ہو (اور کچھ نہ ہو) تو اس نے (گویا) مجھے خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

---

[1] بخاری ومسلم بحوالہ مشکوۃ ص:۴۲۲ [2] مشکوۃ ص:۴۲۵

مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث یاد آئی وہ بھی سنتے چلیں بہت اہم حدیث ہے اور اس سے خدمت خلق کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور خدمت خلق:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں معتکف تھے، آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے (چپ چاپ) بیٹھ گیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے؟ اس نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے (اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کر کے) کہا اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں اُس نے عرض کیا کہ جیسے آپ مناسب سمجھیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ سن کر جوتہ پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے اس شخص نے عرض کیا کہ کیا آپ اپنا اعتکاف بھول گئے؟ فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے

"مَنْ مَّشٰی فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ وَ بَلَغَ فِیْھَا کَانَ خَیْرًا لَّہٗ مِنَ اعْتِکَافِ عَشْرِ سِنِیْنَ وَمَنِ اعْتَکَفَ یَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ جَعَلَ اللّٰہُ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ النَّارِ ثَلٰثَ خَنَادِقَ اَبْعَدَ مِمَّا بَیْنَ الْخَافِقَیْنِ"

"جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اس کے لیے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان و زمین سے بھی زیادہ چوڑی ہے[۱]۔

بہت سے واقعات ہمارے پیش نظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی معمولی سی خدمت پر بے انتہا اجر وثواب عنایت فرمایا:

بخاری شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص کی مغفرت صرف اس لیے ہو گئی کہ اس نے راستہ میں سے درخت کی تکلیف دہ ٹہنی کو کاٹ دیا تھا کہ اللہ کے بندوں کو چلنے میں دقت نہ ہو[۲]۔

اور ایک فاحشہ عورت کی مغفرت صرف اس لیے ہو گئی کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو کنویں سے پانی نکال کر پلا دیا تھا، اللہ کو اس کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ صرف اتنے سے عمل پر اس کی مغفرت کر دی[۳]۔

---

۱ فضائل رمضان ص: ۶۵ مصنفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ۲ مشکوۃ ص: ۱۶۸

۳ مشکوۃ ص: ۱۶۸

میرے محترم بھائیو!انسانیت کی خدمت پر اللہ نے کس قدر اجروثواب رکھا ہے ہم یہ نہیں سمجھتے ،اسی لیے ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے گھر کے ساتھ دوسرے گھر پر کیا بیت رہی ہے ہمیں پتہ نہیں، وہ کس حال میں ہیں ؟ہمیں پتہ نہیں، مررہے ہیں یا جی رہے ہیں ؟ بھوکے ہیں یا شکم سیر ہیں ؟ ہمیں اس کا کوئی پتہ نہیں ، یہ ہماری نہایت ہی بری حالت کی علامت ہے ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ مظلوموں کی مدد کریں ، بے کسوں کی مدد کریں ، جو پریشان حال ہیں ان کی طرف توجہ دیں ،اپنے رشتہ داروں ،عزیزوں ،محلے داروں کے حقوق کا خیال رکھیں کہ انہیں ہماری طرف سے تکلیف نہ ہو اذیت نہ ہو، بلکہ جہاں تک ہو سکے دامے ،درمے، سخنے ،قدمے ہرطرح سے اُن کی امداد کریں ، جب یہ تین کام آپ کرلیں گے ،اللہ کی عبادت ،حضور علیہ السلام کی سنت کی اتباع اورمخلوق کی خدمت تو آپ سمجھ لیں کہ گویا آپ نے سارے قرآن پرعمل کرلیا، اورقرآن پرعمل ہوگیا تو یقیناً اللہ کی رضا آپ کونصیب ہو گئی ،اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں کے سمجھنے کی اوران پرعمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

اللہ سے تجارت کیجیے

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
و مدیر صفہ ٹرسٹ لاہور

صفہ ٹرسٹ لاہور
3 محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور
PH:7112492

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اللہ سے تجارت کیجیے" حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم کا ایک بہت ہی عمدہ خطاب ہے جو آپ نے جامع مسجد عثمانؓ موہنی روڈ لاہور میں ۲۷ر رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ/۲۳ ردسمبر ۲۰۰۰ء کو تراویح میں اپنے قرآنِ پاک کی تکمیل کے موقع پر اِرشاد فرمایا تھا ،اِس موقع پر تقریباً تین سو اَفراد موجود تھے

اس خطاب کو مفید جانتے ہوئے راقم الحروف نے تحریری صورت میں حضرت مولانا مدظلہم کو پیش کیا اور گزارش کی کہ آپ اِس پر نظر ثانی فرمالیں، حضرت مولانا مدظلہم نے بکمال مہربانی نظرِ ثانی فرمائی اور مفید اضافے بھی فرمائے جن سے اِس خطاب کی اِفادیت دوچند ہوگئی

"صفہ ٹرسٹ" کے شعبہ نشر واشاعت نے رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ/ اکتوبر ۲۰۰۵ء میں اِسے رسالہ کی صورت میں شائع کیا، اَب ۲۷رمضان المبارک ۱۴۳۴ ھ/ ۵راگست ۲۰۱۳ء میں اس رسالہ کو "خطبات مولانا نعیم الدین" کی پہلی جلد کا حصہ بنایا جارہا ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَاَقَامُواالصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَ یَزِیْدَھُمْ مِنْ فَضْلِہٖ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ ، صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَ نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَ الشَّاکِرِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی عَدَدَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی

معزز حاضرین محترم سامعین!

میں نے تھوڑے سے وقت میں کچھ ضروری باتیں آپ کے سامنے عرض کرنی ہیں۔ اگر آپ توجہ سے سنیں گے تو انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح بات کہنے سننے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

سب سے پہلے تو ہم اللہ کے حضور میں شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں قرآن پڑھنے کی اور قرآن سننے کی توفیق دی۔ سچی بات ہے کہ اس کی توفیق کے بغیر نہ ہم پڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی سن سکتے ہیں۔ رمضان کی آمد سے پہلے تو بہت ہی زیادہ یہ ڈر تھا کہ معلوم نہیں پڑھا جائے گا یا نہیں پڑھا جائے گا لیکن اللہ نے بڑا ہی فضل فرمایا بڑا ہی فضل فرمایا کہ قرآن پاک ختم بھی ہوگیا اور پتہ بھی نہیں چلا' بلکہ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جتنا ڈر اور خوف تھا اللہ تعالیٰ نے اُس کے صلے میں اُتنا ہی بہتر پڑھنے کی توفیق دے دی' اب اللہ سے یہ بھی دعا ہے کہ اے اللہ پڑھایا بھی آپ نے ہے سنوایا بھی آپ نے ہے تو اب قبول بھی فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہم یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ یااللہ قبول بھی فرمالیجیے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کے یہاں عمل کی قبولیت نہ ہو تو ساری محنت رائیگاں چلی جاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہماری درخواست ہے کہ اللہ قبول بھی فرمالیں۔ یقیناً ہم سے کوتاہیاں ہوئیں ہمیں یقین ہے کہ ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ بڑے ہی غفور رحیم ہیں اگر ان سے مانگا جائے تو وہ خطائیں بھی معاف کر دیتے ہیں۔ تو یہ بھی اللہ

سے دعا ہے کہ یا اللہ جو کوتاہیاں کمیاں ہوئیں ، جو خطائیں ہوئیں وہ بھی معاف کردیں۔

بہر طور قرآن مجید بہت بڑی دولت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب فرمائیں۔

تین کام کرنے والے اللہ سے تجارت کررہے ہیں

میں نے آپ کے سامنے بائیسویں سیپارے کی دو آیتیں پڑھی ہیں' ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو بندہ یہ تین کام کرلے کہ ایک تو اللہ کی کتاب کو پڑھے' دوسرے نماز قائم کرے ، تیسرے ہمارے رستے میں خرچ کرے۔ جو شخص یہ تین کام کرلے وہ یہ سمجھے کہ وہ ہم سے تجارت کررہا ہے اور ایسی تجارت کررہا ہے جس میں اس کے لیے کسی قسم کے نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہے اور اللہ یہ وعدہ فرمارہے ہیں کہ جو یہ تین کام کرکر بغیر گھاٹے کی ہم سے یہ تجارت کرے گا ہم اس کو اس کی پوری پوری قیمت دیں گے اور صرف یہی نہیں کہ قیمت دے کر اس کو فارغ کردیں گے، اپنے فضل وکرم سے مزید بھی عطا کریں گے اور اُس تجارت میں اگر کمی بیشی رہ بھی گئی تو ہم وہ بخش بھی دیں گے اور اُس کے اِن عملوں کی قدردانی کریں گے۔ تین عمل اللہ تعالیٰ نے بتلائے ہیں کہ جو یہ کرلے وہ سمجھے کہ وہ ہم سے تجارت کررہا ہے۔

تین عملوں کے تجارت ہونے کی وجہ

اور ان عملوں کو جو اللہ تعالیٰ نے تجارت کہا ہے اس کی وجہ سمجھیں' تجارت میں دو آدمی شریک ہوتے ہیں' ایک سودا دیتا ہے اور دوسرا قیمت دیتا

ہے جو سودا دے رہا ہے جب وہ سودا دے چکتا ہے تو خریدار کے ذمے قیمت آ جاتی ہے چاہے وہ اب دے اور چاہے بعد میں دے بہر طور اس کے ذمہ قیمت کا دینا لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تین عملوں کے کرنے کو تجارت اس لیے کہہ رہے ہیں کہ اگر تم یہ تین عمل کر لو گے تو جیسے خریدار کے ذمہ قیمت آتی ہے ویسے ہی ہمارے ذمہ اُجرت آ جائے گی تو جیسے خریدار ذمہ دار ہو جاتا ہے قیمت کا ویسے ہی ہم ذمہ دار بن جائیں گے اس پر اجر و ثواب کے دینے کے' تو گویا یہ صورتاً تجارت ہے جیسے دنیا میں ہم تجارت کرتے ہیں ویسے ہی اللہ تعالیٰ اس کو صورتاً تجارت قرار دے رہے ہیں ورنہ اللہ کے ذمہ کچھ بھی نہیں ہے یہ تو محض ان کا فضل و کرم ہے کہ وہ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں۔ وہ فرما دیتے ہیں کہ ہم اپنے ذمہ لے رہے ہیں ہم تم کو یہ چیز دیں گے۔

پہلی چیز تلاوت قرآن

تو پہلی چیز جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جو یہ کرے گا وہ گویا ہم سے تجارت کرے گا وہ چیز ہے کتاب اللہ کی تلاوت، قرآن مجید کی تلاوت، قرآن مجید کو پڑھنا۔

قرآن مجید کو پڑھنا یہ گویا اللہ تعالیٰ کو سودا دینا ہے اللہ ہمیں اس کا اجر دیں گے۔ اس کی قیمت دیں گے اور یہ تجارت ایسی ہے قرآن پڑھنے کی اس میں ذرا بھی نقصان کا اندیشہ و خطرہ نہیں ہے۔ دنیا میں انسان جو تجارت یا کاروبار کرتا ہے اسے اندیشہ ہوتا ہے معلوم نہیں ہماری یہ تجارت کامیاب ہو گی یا نہیں اور معلوم نہیں کہ تجارت کامیاب ہوئی بھی تو نفع ملے گا یا نہیں اور اگر نفع

مل بھی گیا تو اس میں برکت بھی ہوگی یا نہیں؟ کچھ پتہ نہیں لیکن اللہ سے جو تجارت کرتا ہے اس کی تجارت میں کوئی گھاٹا ہونے کا امکان ہے ہی نہیں۔ وہاں سے تو اس کی پوری پوری قیمت ملتی ہے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ بلاشبہ جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں قرآن پاک کو پڑھتے ہیں وہ تجارت کر رہے ہیں۔ اللہ انہیں اس تجارت کا پورا اجر دیں گے۔

تلاوت قرآن پر کیا ملے گا؟

کیا اجر دیں گے اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی تجارت پر؟ قرآن اور حدیث کو آپ سامنے رکھیں تو آپ کو معلوم ہو کہ ہمیں کیا اجر ملے گا اور اللہ کی طرف سے کیا اجرت ملے گی۔

ہر حرف پر دس نیکیاں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَہٗ بِہٖ حَسَنَۃٌ وَالْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا[1] اللہ تعالیٰ قرآن کے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی دیتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نیکی اتنی وزنی ہے کہ دس نیکیوں پر بھی بھاری ہے گویا ایک حرف ہم پڑھ لیں تو اللہ کی طرف سے دس نیکیاں مل گئیں۔ ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں مل گئیں۔

قرآن پاک کے حروف کی تعداد؟

آپ نے اگر کبھی غور کیا ہو تو آپ کو معلوم ہو کہ قرآن میں کتنے حروف ہیں میں نے غور کیا تو کم وبیش قرآن مجید میں تین لاکھ بیس ہزار کے

---

[1] ترمذی بحوالہ مشکوۃ ص: ۱۸۶

قریب حروف پائے، تین لاکھ بیس ہزار کم وبیش، تین لاکھ بیس ہزار حروف کو ہم دس میں ضرب دیں تو کم از کم بتیس لاکھ کے قریب بن جائیں گے۔

اگر ایک قرآن مجید کے پڑھنے پر اللہ کی طرف سے بتیس لاکھ نیکیاں ہمیں مل جائیں تو یہ تجارت نفع والی ہے یا نہیں؟ بتیس لاکھ نیکیاں تھوڑی نہیں ہیں؟ یہ صرف اللہ کی عطا ہے کہ وہ ہمیں اتنی نیکیاں دیتے ہیں تو قرآن مجید کی تجارت پر سب سے پہلی قیمت کا جو جز ہے وہ ہے نیکیوں کا ملنا، قرآن مجید پڑھیں ہم تو اللہ کیا دیتے ہیں؟ نیکیاں دیتے ہیں ہر حرف پر دس دس نیکیاں۔

تلاوت قرآن پر شفاعت کا حق

آگے چلیے اور کیا اللہ اس کی قیمت دیتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ اس کی یہ قیمت دیتے ہیں کہ شفاعت کا حق بخشتے ہیں، جو لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں اللہ انہیں قیامت کے دن شفاعت کا حق دیتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن مجید کو زبانی یاد کیا اور اس پر عمل کیا اور عمل کیسے کیا کہ قرآن کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام جانا تو اللہ تعالیٰ اس کو حق دیتے ہیں کہ وہ دس بندوں کے متعلق سفارش کرے اللہ سے، ایسے دس بندے جن کا جہنم میں جانا طے ہو چکا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں سفارش کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی سفارش کی بدولت ان کو جہنم سے چھٹکارا دے کر جنت میں بھیج دیں گے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں، مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَ حَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَ شَفَّعَهٗ فِیْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ کُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ[1] تو اللہ

---

[1] مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ دارمی بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۱۸۷

تعالیٰ قرآن مجید کی تلاوت کی برکت سے شفاعت کا حق دے رہے ہیں اور بھائی میں جب بھی بیان کرتا ہوں یہ حدیث تو آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ جب اللہ دس بندوں کی شفاعت کا حق دیں گے اور وہ دس بندوں کی سفارش کرے گا تو آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ ہر ایرے غیرے کی سفارش کرے گا۔ ماں باپ کو بھول جائے گا۔ سب سے پہلے اس کے سامنے ماں باپ آئیں گے اور پھر اس کے بہن بھائی آئیں گے اس کے کنبے قبیلے کے قریب ترین لوگ آئیں گے وہ ان کی سفارش کرے گا۔

ماں باپ کے لیے تو یہ بہت بڑی بشارت ہے انہیں چاہیے کہ وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو حافظ بنا دیں۔ اگر وہ حافظ عامل بھی ہوا تو قیامت کے دن اس کی سفارش کی بدولت بخشے جائیں گے یہ تو بہت ہی نفع مند تجارت ہے کہ ہم لوگ قرآن مجید کو یاد کرلیں عمل کرلیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت لے لیں تو دوسری قیمت اللہ کیا دے رہے ہیں؟ دوسری قیمت دے رہے ہیں۔ شفاعت کا حق، پہلی قیمت کیا دی تھی؟ نیکیاں اور دوسری قیمت شفاعت کا حق۔

تلاوت قرآن پر شفایابی

اور لیجیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پڑھنے پر ہمیں یہ قیمت دے رہے ہیں کہ اس کی برکت سے شفا نصیب کر رہے ہیں۔ شفا دیتے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید نسخہ شفا ہے خود اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں" یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ [1] " اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نصیحت آئی ہے اور ایسی چیز آئی

[1] پ:۱۱،ع:۱۱

ہے جو تمہارے دلی روگ کے لیے باعث شفاء ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت اللہ کی طرف سے شفا کا باعث ہے۔

بیماریاں دو قسم کی ہوتی ہیں روحانی و جسمانی

جو قرآن پڑھتے ہیں ان کو شفا ملتی ہے دونوں قسم کے امراض سے ایک ظاہری اور ایک باطنی' ظاہری امراض کا تعلق ہمارے جسم سے ہے جسمانی بیماریوں کے لیے بھی اللہ نے اس میں شفا رکھی ہے اور روحانی بیماریوں کے لیے بھی اللہ نے شفا رکھی ہے۔ روحانی بیماریوں کا تعلق دل سے ہے۔

خطرناک بیماری دل کی ہے؟

اور یہ بات ذہن میں رکھیے کہ ان دونوں بیماریوں میں زیادہ خطرناک بیماری دل کی ہے کیونکہ ظاہری بیماریاں تو ایسی ہیں کہ اگر یہ لگ بھی جائیں تو اللہ کی طرف سے صبر کرنے پر اجر ملتا رہتا ہے' حدیث میں آتا ہے کہ مومن کے پاؤں میں اگر ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ کی طرف سے اس کو اجر ملتا ہے۔

اگر خدانخواستہ کسی کی آنکھیں ضائع ہو جائیں کسی حادثے میں تو اس صدمہ پر صبر کرنے کی بدولت اللہ کا وعدہ ہے کہ جنت دے دیں گے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اللہ یوں کہتے ہیں گویا یہ حدیث قدسی ہے اللہ کہتے ہیں اِذَا ابْتَلِيْتُ عَبْدِیْ بِحَبِيْبَتَيْهِ ثُمَّ صَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ[1] جب میں اپنے کسی بندے کو آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا کرتا ہوں پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں اسے ان کے بدلے جنت دے دیتا ہوں اور حدیث میں آتا ہے کہ کسی کو اگر بخار آجائے اور بخار میں وہ تپ رہا ہو تو اسے معمولی نہ

---

[1] بخاری بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۱۳۵

سمجھیں بخار سے گناہ اس طرح صاف ہوتے ہیں جس طرح بھٹی میں کوئی دھات ڈال دی جائے اور اس کو گرم کیا جائے تو جیسے اس دھات سے میل کچیل صاف ہوتا ہے اسی طرح سے بخار کی وجہ سے انسان کے گناہ صاف ہوتے ہیں[1] تو جسمانی بیماری تو باعث اجر و ثواب بھی بن جاتی ہے لیکن یہ جو روحانی بیماریاں ہیں دل کی بیماریاں یہ باعث اجر و ثواب نہیں یہ تو بڑی زہر قاتل ہیں۔ بڑی خطرناک ہیں۔

دل کی بیماریاں؟

اس لیے کہ دل میں جو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں وہ بیماریاں کیا ہیں؟ ''تکبر'' ہے، تکبر کا تعلق دل سے ہے ناں، اگر کسی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو تو حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ جنت میں نہیں جا سکے گا[2]، خطرناک بیماری ہے یہ،

''ریاکاری'' ہے اس کا تعلق بھی دل سے ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر کوئی تھوڑی سی بھی ریا کرتا ہے تو وہ یہ سمجھ لے کہ وہ شرک کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اِنَّ یَسِیْرَ الرِّیَآءِ شِرْکٌ[3] تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے۔ بتائیے یہ خطرناک بیماری ہوئی یا نہیں؟

''حسد'' کا تعلق دل سے ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا حسد نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے سوکھی لکڑیوں کو آگ کھا جاتی ہے۔ ارشاد ہے ''اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ[4]

[1] مشکوۃ ص: ۱۳۸ ، [2] ابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ ص: ۴۵۵ ، [3] مسند احمد بحوالہ مشکوۃ ص: ۴۵۵
[4] ابو داؤد بحوالہ مشکوۃ ص: ۴۲۸

سوکھی لکڑیوں میں آگ لگا دیجیے جیسے لکڑیاں جل کر بھسم ہو جائیں گی ویسے ہی کسی کے دل میں حسد کا روگ ہے تو وہ اس کی ساری نیکیوں کو کھا جائے گا' برباد کر دے گا اور بھی اس قسم کی دسیوں بیماریاں ہیں جن کا تعلق دل سے ہے۔ تو قرآن مجید ظاہری بیماریوں کے لیے بھی نسخہ شفا ہے اور باطنی دل کی بیماریوں کے لیے بھی شفاء ہے۔

دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے

اور یہ میں نہیں کہہ رہا حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد آیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ لوگو! یہ جو دل ہیں ناں یہ زنگیا جاتے ہیں۔ یہ دل کیا ہوتے ہیں' زنگیا جاتے ہیں ان پر زنگ لگ جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وَمَا جِلَاؤُهَا ان کے زنگ دور کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ دیکھو ہر چیز کے زنگ کو دور کرنے کے لیے علیحدہ علیحدہ چیزیں ہوتی ہیں لوہے پر زنگ لگ جائے اس کے لیے ریگ مال استعمال کرتے ہیں۔ لکڑی خراب ہو جائے اس کو صاف کرنے کا اور ذریعہ ہوتا ہے، شیشہ پر میل لگ جائے تو سمندر جھاگ سے اس کو صاف کرتے ہیں۔ اب دل جس کا تعلق انسان کے اندر سے ہے اسے کیسے صاف کریں؟ زنگ تو لگ گیا اس پر اور یہ زنگ لگنا قرآن سے بھی ثابت ہے اللہ فرماتے ہیں۔ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ' ان کفار کی بدعملیوں کے سبب ان کے دل پر زنگ لگ چکا ہے۔ تو زنگ لگتا ہے، کافروں کے بھی لگتا ہے اور مسلمانوں کے بھی لگتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز نہیں پڑھتا اس کے دل پر

ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اور اگر مسلسل چھوڑتا رہے تو نقطے لگتے لگتے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اب سمجھ لیجیے کہ دل پر زنگ لگ گیا' خیر حضور ﷺ سے صحابہ کرام نے پوچھا وَمَا جِلَاؤُهَا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس کو صاف کرنے کی کیا صورت ہو گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ[1] ' دو کام کر لو دل کا زنگ دور ہو جائے گا۔ ایک تو قرآن کی تلاوت کرو قرآن کی تلاوت سے کیا ہو گا؟ دل کا زنگ دور ہو گا۔ دل کا میل کچیل اترے گا اور دوسرے موت کو کثرت سے یاد کرنے سے دل کا زنگ دور ہو گا۔ دل کا میل کچیل دور ہو گا۔ سچی بات ہے کہ انسان ذرا غفلت سے چونکے اور ایک گھڑی موت کو سوچ لے تو اس کا ایک گھڑی موت کو سوچ لینا اس کے ہزاروں گناہوں کے لیے تریاق بن سکتا ہے۔ ہزاروں بیماریاں اس کی ختم ہو سکتی ہیں۔ جب آدمی کو موت کا خیال آتا ہے تو پھر یہ سوچتا ہے کہ میں نے اللہ کے حضور میں پہنچنا ہے میں کیا جواب دوں گا پھر اس کے دل میں جو دنیا بسی ہوئی ہوتی ہے وہ نکل جاتی ہے اور قلب کے اندر آخرت کا تصور جاگزیں ہوتا ہے اور قلب صاف ہوتا ہے' تو موت کے تذکرہ سے دل صاف ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت سے دل صاف ہوتا ہے اور اگر ان دونوں چیزوں کی برکت سے ہمارا دل صاف ہو جائے تو سمجھیے بہت بڑی کامیابی نصیب ہو گئی۔

اسی طرح دلوں کے صاف کرنے کے لیے صوفیاءِ کرام سالہا سال محنت کراتے ہیں جس کو ہم تزکیۂ قلب کہتے ہیں' تزکیۂ قلب کے لیے سالہا

---

[1] شعب الایمان للبیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ص:۱۸۹

سال محنتیں اور ریاضتیں کرنی پڑتی ہیں اور حضور ﷺ بتلا رہے ہیں کہ تزکیۂ قلب کے لیے بہترین چیزیں دو ہیں ایک قرآن مجید کی تلاوت اور ایک موت کو کثرت سے یاد کرنا۔

سلوک الی اللہ میں تلاوتِ قرآن کا دخل

یہی وجہ ہے کہ صوفیاءِ کرام کے یہاں سلوک الی اللہ میں قرآن مجید کو بہت بڑا دخل ہے۔ صوفیاءِ کرام کی تاریخ کو پڑھیے آپ کو یہ ملے گا کہ یہ لوگ کثرت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے ان کا رجحان قرآن مجید کی تلاوت کی طرف بہت زیادہ تھا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ عراق سے تشریف لائے اور یہاں سے چل کر ہندوستان گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عظیم مرتبہ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زبردست تاثیر دی تھی کہ لوگ ان کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے۔ چنانچہ مؤرخ نے لکھا ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی سے اجمیر کے لیے چلے ہیں تو صرف اتنے سے رستے میں نوے ہزار آدمیوں نے آپ کو دیکھ کر کلمہ پڑھا۔ آپ کی زیارت کر کے کلمہ پڑھا۔

صوفیاء پر بہتان

یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اولیاءِ کرام نے ڈھول ایجاد کیا ہے اور یہ ساز انہوں نے ایجاد کیے ہیں۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ بہتان ہے' صوفیاءِ کرام کو تو اللہ نے یہ عظمت دی تھی کہ ان کو دیکھ کر لوگ کلمہ پڑھ لیتے تھے۔ تو پھر انہیں کیا ضرورت تھی لوگوں کو سارنگی بجا کر پاس بلانے کی اور ساز بجا کر قریب بلانے

کی اور قوالیاں کرنے کی یہ سب ان پر جھوٹ اور بہتان ہے۔

حضرت امیر خسروؒ

کہتے ہیں کہ امیر خسروؒ نے ستار ایجاد کی تھی۔ تاریخ میں ہمیں اس کا کوئی معتبر پروف نہیں ملتا' ستار نوازوں نے خواہ مخواہ سند لینے کے لیے ان کے کھاتہ میں ڈال دیا۔ انہوں نے کوئی ایجاد نہیں کیا۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ پہلے درباری شاعر تھے۔ تمام درباروں سے وابستگی تھی اُن کی اور بادشاہ کی شان میں قصیدے پڑھتے تھے۔ لیکن جب حضرت خواجہ نظام الدین اُولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا تعلق ہوا تو انہوں نے اشعار کو چھوڑ کر قرآن پڑھنا شروع کر دیا وہ سات سیپارے روز پڑھا کرتے تھے۔ انہیں کیا ضرورت تھی ستار ایجاد کرنے کی۔ یہ صوفیاء کرام کو بدنام کیا گیا ہے اور جو دکاندار قسم کے مُتَصَوِّف ہیں انہوں نے صوفیاء کو بدنام کیا ہے۔ صوفیاء ایسے نہیں ہیں وہ تو خلق خدا کو اللہ کی طرف لگانے والے لوگ ہیں ان کا تو دیکھنا بھی اللہ نے عبادت قرار دیا ہے۔
حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ عراق سے چلے' بڑھاپے میں انہوں نے قرآن کو یاد کیا' لکھا ہے تاریخ میں' تاریخ مشائخ چشت اٹھا کر پڑھیے اس میں لکھا ہے کہ بڑھاپے کے اندر ایک قرآن روز حضرت خواجہ صاحبؒ پڑھا کرتے تھے، ایک قرآن روز۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

حضرت خواجہ صاحبؒ نے تربیت کی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی' حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ دلی میں رہتے تھے۔ دلی والوں کو خوب معلوم ہو گا؟ قطب صاحب میں اب بھی ان کا مزار موجود ہے۔ دنیا

جاتی ہے۔ دہلی والوں کو ان سے اتنی عقیدت تھی اتنی عقیدت تھی لکھا ہے تاریخ میں کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ان کو اپنے ساتھ اجمیر لے جانے لگے تو آدھی دہلی آ کر پاؤں میں پڑ گئی اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے کہ حضرت یہ کیا ظلم ہو رہا ہے کہ آپ خواجہ صاحب کو ہم سے لے جا رہے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے جب دیکھا کہ لوگوں کو ان سے اتنی محبت ہے تو فرمایا قطب الدین تم یہیں رہو۔ پھر حضرت خواجہ قطب الدینؒ نے مرشد کے کہنے پر دِلّی ایسی پکڑی کہ قیامت کے دن ہی اس کو چھوڑیں گے۔ وہیں رہے کہیں نہیں گئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا حال یہ تھا ان کے سوانح نگار نے لکھا ہے کہ وہ دو قرآن روز پڑھا کرتے تھے، دو قرآن روز۔

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ

دیکھیں یہ چشتی سلسلہ ہے ان[1] کے خلیفہ ہیں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ آپ نے ان کا نام سنا ہوگا۔ پاکپتن میں ہیں۔

بہشتی دروازے سے گزرنے تو سارے جاتے ہیں ان کی باتوں پر عمل کوئی بھی نہیں کرتا اور بہشتی دروازہ سے گزرتے وقت جوتے بھی کھاتے ہیں، اللہ کی جنت میں جو جائے گا وہ جوتے نہیں کھائے گا۔ یہ سمجھ لینا کہ اللہ کی جنت میں جو جائے گا اسے جوتے نہیں پڑیں گے۔ فرشتے ہانکتے ہوئے نہیں لے جائیں گے بلکہ فرشتے تو ایسے لے جائیں گے قرآن نے خود کہا ہے وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا: اہل جنت کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا بڑے ہی

---

[1] حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے

اعزاز و اکرام کے ساتھ' جب وہ جنت میں پہنچیں گے تو جنت کے دروازے کھلے ہوئے ملیں گے۔ بہشتی دروازے کی طرح بند نہیں ملیں گے بلکہ کھلے ہوئے' خدا کہہ رہا ہے وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا جب وہاں پہنچیں گے تو جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا اور جنت کے داروغے وہاں پر سلام سلام کی آوازیں لگائیں گے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ اِدھر سے فرشتہ کہہ رہا ہے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ اُدھر سے فرشتہ کہہ رہا ہے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ اور کیا کہہ رہا ہے۔ طِبْتُمْ بھائی خوش رہو۔ خوش آمدید فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ اب اس جنت میں آ جاؤ۔ اب یہاں سے تمہارا جانا کبھی نہیں ہوگا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آ جاؤ' خدا کی جنت تو ایسی ہوگی۔ تو خیر بات کہاں جا پڑی میں بتا رہا تھا کہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کو قرآن مجید سے بڑا شغف تھا' اتنا شغف تھا کہ انہوں نے ساتوں قراء تیں پڑھیں ساتوں قراء تیں' اور جب دہلی سے چل کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ان کی خدمت میں سبق لینے کے لیے پہنچے تو کہا کہ میں تمہاری تربیت تو کروں گا لیکن پہلے مجھ سے قرآن صحیح کرو' ان کو قرآن پڑھایا' حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے۔ پہلے ان کو کیا پڑھایا؟ قرآن' اور یہ بات نہیں تھی کہ ان کو قرآن آتا نہیں تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ یہ سید زادہ تھے' کون تھے؟ سید' اور انہوں نے تعلیم مکمل کر لی تھی دہلی میں رہ کر' لیکن جب وہاں اصلاح کے لیے گئے تو حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ پہلے قرآن صحیح کرو' قرآن صحیح ہوگا تو پھر بعد میں باتیں چلیں گی انہیں قرآن پڑھایا۔

تو یہ جتنے اہل چشت ہیں ان کے یہاں سلوک الی اللہ کے لیے

قرآن مجید کو اہمیت دی جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ سلسلہ چشتیہ چلا ہے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اور سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہیں تلاوت قرآن سے اس قدر شغف تھا کہ دن و رات میں آٹھ قرآن پاک ختم کر لیے تھے۔ لگتا ہے کہ چشتیوں میں تلاوت قرآن کا ذوق سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے اثر سے آیا ہے۔

ہمارے بزرگوں کی تلاوت قرآن کا حال

اب بھی ہمارے بزرگوں کو دیکھ لیجیے اللہ کرے میں تو دعا کرتا ہوں کہ ایک دفعہ دیو بند ہی کی زیارت ہو جائے' آپ دیو بند جائیں آپ کو گھر گھر سے قرآن کی تلاوت کی صدائیں نہ آئیں تو مجھے پکڑ لیں' گھر گھر سے، اتنا قرآن پڑھا جاتا ہے، اتنا قرآن پڑھا جاتا ہے کہ آپ حیران ہوں گے اور آپ کو بتاؤں پچھلے زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ لوگ ایک رمضان میں ساٹھ ساٹھ اکسٹھ اکسٹھ قرآن پڑھا کرتے تھے۔ ساٹھ ساٹھ اکسٹھ اکسٹھ' حضرت امام ابو حنیفہؒ اکسٹھ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ ایک قرآن تراویح میں ہوتا تھا ایک قرآن صبح کو اور ایک قرآن شام کو یہ روٹین تھی تو تیس تیس = ساٹھ اور ایک تراویح والا اکسٹھ' حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا۔ آپ کہیں گے کہ وہ تو بہت پرانے زمانے کے بزرگ تھے میں آپ کو نئے زمانے کے بزرگوں کی بھی سنا دوں۔

حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی چاہت

حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا نام تو سنا ہوگا۔ سنا ہے یا نہیں؟ جنہوں نے فضائل اعمال لکھی ہے۔ فضائل اعمال یہ کتاب اتنی عظیم کتاب ہے

ساری دنیا میں پڑھی پڑھائی جا رہی ہے اور اس کو پڑھ کر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کے دل بدلتے ہیں، کچھ بدنصیب اس کتاب کے بھی خلاف ہیں۔ مستقل کتابیں لکھ رہے ہیں۔ فضائل اعمال کے خلاف' اور کیا کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب میں شرک بھرا ہوا ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ کہتے ہیں کہ ساون کے اندھے کو ہر جگہ ہریالی نظر آتی ہے اور اگر کوئی پیلی عینک لگائے تو اسے ہر چیز پیلی نظر آتی ہے۔ تو وہی حساب ہے کہ شرک والوں کو ہر جگہ شرک ہی شرک نظر آتا ہے۔ فضائل اعمال میں بھی شرک گھس گیا۔ کہاں شرک ہے بھائی اس میں؟ میں نے تو الف سے لے کر یے تک نجانے کتنی مرتبہ ختم کی ہے۔ کوئی شرک اس میں نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے یہ کتاب لکھی' ان کے ملفوظات چھپے ہیں۔ ''صحبتے با اولیاء'' کے نام سے اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا انعام الحسنؒ کو خط لکھا کہ میرا جی یہ چاہتا ہے ہم پڑھتے پڑھاتے سنتے سناتے رہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں لوگ اتنے اتنے قرآن پڑھا کرتے تھے تو میرے عزیز میرا جی چاہتا ہے کہ میرے خاندان میں بھی کوئی ایسا ہو جو اکٹھ قرآن پڑھ کر مجھے بتلائے' خط لکھا' تو حضرت شیخ کی یہ خواہش پوری کرنے کے لیے خود حضرت جی حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ اُٹھے اور پورے رمضان میں انہوں نے اکسٹھ قرآن مجید ختم کر کے حضرت کو لکھ دیا کہ حضرت میں نے آپ کی خواہش پوری کر دی۔ اکسٹھ قرآن پڑھ دیے۔ سلوک الی اللہ کے لیے قرآن مجید کی تلاوت اہم ترین ہے۔ ہمارے بزرگوں کا معمول تھا' کتابیں اُٹھایئے آپ کو پتہ چلے گا کہ حضرت شیخ الہندؒ ساری ساری رات کھڑے ہیں اور قرآن پاک

سن رہے ہیں۔ اب بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں میں ایسے بزرگ رکھے ہیں ہمارے مدرسہ (جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور) آیئے سامنے دیکھیے حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم[1] کے یہاں دن رات قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی ہے، دن رات، ہم لوگ تو جوان ہوکر یہاں سے جائیں گے اور سو جائیں گے اور یہاں پر بھی بہت سوں کو نیند آ رہی ہے لیکن وہ بوڑھے ہوکر جاگ رہے ہیں۔ ساری ساری رات قرآن پڑھا جا رہا ہے۔ اللہ ہمیں بھی توفیق دے دے۔ یہ صرف لگاؤ کی بات ہے تعلق اگر کسی سے پیدا ہو جاتا ہے تو ہر قت اسی کا تذکرہ رہتا ہے اور مثال آپ سمجھ لیں' اگر کسی سے محبت ہو جائے تو بس ہر وقت دل میں وہی سمائی ہوئی ہے۔ صحیح ہے یا غلط؟ ہر وقت، کھانا کھا رہا ہے تو وہ سمائی ہوئی ہے' کاروبار کرنے جا رہا ہے تو وہ سمائی ہوئی ہے' گھر میں بیٹھا ہوا ہے تو' بازار میں چل رہا ہے تو' ہر وقت وہی سمائی ہوئی ہے' کیوں؟ محبت ہو گئی، تو یہ تو محبت کا غلط رخ ہے۔ اگر یہ رخ بدل جائے اور اللہ سے ہو جائے اللہ کے حبیب سے ہو جائے تو پھر بھائی اللہ یا اللہ کے حبیب سمائیں گے یا نہیں؟ خدا کرے ہماری محبتوں کا رخ بدل جائے۔

انسان اُنس سے بنا ہے

دیکھو انسان تو بنا ہی اُنس سے ہے۔ اُنس کہتے ہیں محبت کو جس انسان کے قلب و ضمیر میں محبت نہ ہو وہ انسان ہی نہیں ہے۔ وَمَا سُمِّیَ الْاِنْسَانُ اِلَّا لِاُنْسِہٖ ' انسان کو انسان کہتے ہی اسی لیے ہیں کہ اس میں اُنس' محبت اور پیار بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اگر یہ چیزیں نکل جائیں تو یہ انسان کہلانے کا

---

[1] حضرت سید نفیس شاہ صاحبؒ، ۲۶ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ/ ۵ر فروری ۲۰۰۸ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔

مستحق نہیں ہے تو شریعت نے محبت کا رخ بدلا ہے۔ غلط رخ سے ہٹا کر عشق مجازی سے ہٹا کر عشقِ حقیقی کی طرف ڈالا ہے۔ بات میری سمجھ آ رہی ہے؟ تو قرآن سلوک الی اللہ میں اہمیت رکھتا ہے اور اس سے دل کے روگ دور ہوتے ہیں۔ دل کی بیماریاں دور ہوتی ہیں اور دل صحیح ہو جائے تو سمجھیے سب کچھ صحیح ہو گیا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً دیکھو تمہارے بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، اگر وہ صحیح ہو گیا تو سمجھ لو کہ سارا جسم صحیح ہو گیا وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ[1] ،اگر وہ بگڑ گیا تو پھر سارے اَعضاء کیا ہوں گے؟ بگڑ جائیں گے دل بادشاہ ہے اور یہ سارے اَعضاء جو ہیں یہ اَعوان واَنصار ہیں، بادشاہ جو حکم دے گا اَعوان و اَنصار وہی کریں گے۔ پہلے ہمارے دل میں چیز آئے گی اس کے بعد ہماری زبان پر آئے گی، ہمارے ہاتھوں پہ آئے گی ہمارے پاؤں میں آئے گی، ہمارے منہ پہ آئے گی، دل میں سب سے پہلے آئے گی تو حضور علیہ السلام نے دل کو صحیح کرنے کی تاکید فرمائی۔

حضرت لقمان حکیمؒ کا ذکر

حضرت لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ کا نام آپ نے سنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے نام کی پوری ایک سورت اتاری ہے۔ جسے سورہ لقمان کہتے ہیں۔ یہ پیغمبر نہیں تھے اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی اللہ تھے اور خدا کی شان دیکھو حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ، اللہ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتے تمہاری شکلوں کو نہیں دیکھتے، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ

[1] بخاری ومسلم بحوالہ مشکوۃ ص: ۲۴۱

اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ[1] اللہ تو تمہارے دلوں کو' تمہارے عملوں کو دیکھتے ہیں۔ حضرت لقمان حکیم جو تھے' یہ شکل وصورت کے بیچارے نہایت ہی معمولی تھے۔ ان کی شکل وصورت بہت گئی گزری تھی ایک تو انتہائی کالے رنگ کے تھے۔ اوپر سے ہونٹ پھٹے پھٹے تھے' ہاتھ پتلے پتلے' ٹانگیں پتلی پتلی آدمی دیکھے تو پاس کھڑا ہونا بھی پسند نہ کرے یہ تو تھی شکل وصورت، لیکن دل کا حال ان کے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی باتیں قرآن میں نقل کی ہیں۔ وَ اِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِہٖ وَ ھُوَ یَعِظُہٗ یَا بُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ (الآیہ)

اللہ نے اور بہت ساری باتیں ان کی نقل کیں، کیوں؟ اللہ نے ان کے ظاہر کو نہیں دیکھا' دل کو دیکھا کہ دل کیسا ہے' دل اگر صحیح ہے تو پھر ظاہر کوئی حیثیت نہیں رکھتا' حضرت بلال حبشیؓ شکل وصورت کچھ بھی نہیں لیکن درجہ یہ ہے' مقام یہ ہے کہ حضرت بلالؓ زمین پہ چلتے ہیں اور اللہ کے نبی (ﷺ) جنت میں ان کی ٹاپوں کی آواز سنتے ہیں مرتبہ یہ ہے' شکل وصورت کچھ بھی نہیں۔ تو انسان شکل وصورت پر نہ جائے۔

میں سنا رہا تھا حضرت لقمان حکیمؒ کے بارے میں' حضرت لقمان حکیمؒ بیچارے بہت معمولی سے آدمی تھے' ایک باغ کے مالی تھے اور ایک بندے کے غلام بھی تھے۔ غلام تھے' مالک نے لگا رکھا تھا کہ اس باغ میں تم مالی کی حیثیت سے کام کرو وہ کرتے تھے۔

حضرت لقمانؒ کا ایک واقعہ

ایک دفعہ ان کے مالک نے کہا کہ لقمان ایک بکری ذبح کرو اور بکری

---

[1] مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۴۵۴

ذبح کر کے اس کے جو اعضاء سب سے اچھے ہوں وہ لا کر ہمیں کھلاؤ۔ حضرت لقمان حکیمؒ نے بکری ذبح کی اور ذبح کرنے کے بعد اس کا دل لیا اور زبان لی اور آقا کی خدمت میں چلے گئے۔ اس نے شاباش دی اور رکھ لیے۔ دوسرے دن اس کے دل میں خدا جانے کیا آیا۔ اس نے کہا کہ لقمان اب ایسا کرو کہ بکری ذبح کر کے جو اس کے سب سے بدترین اعضاء ہوں وہ ہمارے سامنے لاؤ۔ حضرت لقمانؒ نے بکری ذبح کی اور پھر کل کی طرح سے دل اور زبان اٹھا کر لے گئے۔ آقا بڑا غصے ہوا۔ کہنے لگا عجیب آدمی ہو اچھی چیز کہی تب بھی دل و زبان لے آئے اور بری کہی تب بھی دل و زبان لے آئے۔ حضرت لقمان حکیمؒ نے اس کو عملی طور پر مسئلہ سمجھایا حضرت لقمانؒ نے کہا کہ آقا بات یہ ہے کہ اگر دل و زبان صحیح ہو جائیں تو ان سے اچھی چیز کوئی نہیں اور اگر یہ بگڑ جائیں تو ان سے بری چیز کوئی نہیں تو اچھے بھی یہ ہیں برے بھی یہ ہیں۔ اچھے بھی یہ ہیں اور برے بھی یہ ہیں۔ رخ بدل جائے تو اچھے ہو جائیں گے اور رخ بدل جائے تو برے بن جائیں گے تو بھئی دل کا جو روگ ہے یہ بہت ہی برا روگ ہے تو اللہ تعالیٰ قرآن کی تلاوت کی برکت سے دلوں کے روگ دور کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں شفا دے رہے ہیں۔ روحانی بھی اور شفا دے رہے ہیں جسمانی بھی۔ بتایئے قرآن کا پڑھنا یہ تجارت گھاٹے والی ہوئی یا نفع والی؟

ظاہری بیماریوں کا بھی اللہ نے اس میں علاج رکھا ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم لوگ ادھر توجہ نہیں کرتے۔

سورۃ الفاتحہ سورۃ الشفاء ہے

حضور اکرم ﷺ نے سورۃ الفاتحہ کو سورۃ الشفاء کہا ہے' کہا ہے یا

نہیں؟ کہا ہے ناں۔ تو کیا حضور علیہ السلام نے غلط کہا ہے؟ کیا آپ کی بات غلط ہوسکتی ہے؟ تو بھائی جب حضور نے فرما دیا کہ سورۂ فاتحہ سورۂ شفاء ہے تو پھر ہم اس سے شفا کیوں نہیں لیتے۔ ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے کہ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان بسم اللہ ملا کر سورۂ فاتحہ اکتالیس مرتبہ پڑھ کر پانی پہ دم کیا جائے اور اس کو اکتالیس روز پیا جائے تو اللہ تعالیٰ مہلک سے مہلک مرض بھی دور کردیں گے۔ بڑی سے بڑی بیماریوں کو بھی اللہ ختم کر دیں گے اور اس میں کوئی شک نہیں۔

ایک صحابی کا واقعہ

آپ کو پتہ ہے بخاری شریف[1] میں یہ روایت آتی ہے کہ صحابہ کا قافلہ جا رہا تھا' ایک گاؤں میں وہ ٹھہرے وہاں پر شام کا وقت ہوا۔ گاؤں سے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے یہ کہا کہ جناب ہمارا جو یہاں کا سردار ہے اس کی ٹانگ میں شدید ترین تکلیف ہے اور وہ تکلیف ہزار علاج کے باوجود نہیں گئی تو آپ میں کوئی ہے جو دم وغیر کردے تو ایک صحابی چلے گئے اور انہوں نے جا کر دم کیا' دم کرتے ہی اس کی ٹانگ فوراً صحیح ہوگئی۔ اس نے انعام میں چالیس بکریاں دیں۔ انعام میں کتنی بکریاں دیں؟ چالیس' وہ حضور علیہ السلام کے پاس لے کر گئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے اس طرح سے عمل کیا تھا دم کیا تھا' اس نے چالیس بکریاں دیں ان کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ آپ نے فرمایا کہ جائز ہے اور ہمارا حصہ بھی رکھنا۔ ہمارا بھی حصہ رکھنا' پھر حضور علیہ السلام نے پوچھا آخر تم نے پڑھا کیا تھا؟ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تو سورہ فاتحہ ہی آتی تھی وہی پڑھ کر دم کر دی تھی۔ بتایئے دم کیا

[1] مشکوۃ ص: ۲۵۸

بیمار کو صحت ملی اور دم کرنے والے کو بکریاں مل گئیں اور ہم کچھ بھی نہیں لیتے یہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہے۔ ایمان مضبوط ہو اور اعتماد اور یقین محکم اور مضبوط ہو تو بھائی بندہ مٹی اٹھائے تو وہ بھی سونا بن جائے گی اور اگر اعتقاد نہیں ہے تو پھر کچھ بھی نہیں ہوگا۔ سورۂ فاتحہ میں اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے۔

علامہ حقی نازلیؒ نے خزینۃ الاسرار ایک کتاب لکھی ہے اس میں انہوں نے جو سورۂ فاتحہ کے اسرار لکھے ہیں میں تو پڑھ کر حیران ہو گیا۔ اتنے فائدے لکھے ہیں اتنے فائدے لکھے ہیں کہ حیرت ہوگئی پڑھ پڑھ کر' ہم محروم ہیں پتہ ہی نہیں ہم کو۔

سورۂ الم نشرح کی تاثیر

اسی طرح سورۂ الم نشرح ہے اس کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ اس میں اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے اور ہمارے بزرگوں نے تجربات کیے ہیں ایسے ہی نہیں بتا رہا۔ کسی کو اگر پتھری ہے تو اس پتھری کا علاج اس سورۃ میں ہے۔ اکتالیس مرتبہ پانی پر دم کر کے پیجئے پتھری نکل جائے گی۔ گردہ میں اگر پتھری ہے تو بغیر آپریشن اس سورت کی برکت سے نکل جائے گی۔

اور علماء نے لکھا ہے بسم اللہ پڑھ کر صبح و شام اگر آپ سورہ الم نشرح اکتالیس دفعہ پڑھ کر پانی پر دم کریں اور سینے پہ دم کریں تو اللہ تعالیٰ اس دم کی برکت سے دل کی تکلیفیں دور کر دیں گے۔ حتیٰ کہ ہمیں لوگوں نے بتایا' سچ' یہاں بیٹھ کر آپ کو بتا رہا ہوں ایسے لوگ جن کے وال (Walls) بند ہو گئے تھے اور جن کا طے ہو گیا تھا کہ بڑا آپریشن ہوگا۔ بائی پاس آپریشن ہوگا

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کی برکت سے ان کے وال کھول دیئے اور آپریشن کا نام ونشان بھی نہیں' تو بھائی اللہ ہمیں قرآن کے پڑھنے پر کیا دے رہے ہیں؟ شفا دے رہے ہیں۔ سب سے پہلے کیا دیا؟ نیکیاں۔ اس کے بعد اللہ نے کیا دیا؟ شفاعت کا حق' اب کیا دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ؟ شفا دے رہے ہیں۔

تلاوت کی برکت سے عذاب قبر سے نجات

آگے چلیے اس قرآن کے پڑھنے پر اللہ تعالیٰ ہم کو عذاب قبر سے بچا رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رات کو اگر تم لوگ سونے سے پہلے سورۂ تبارک الذی اور سورۂ الم سجدہ پڑھ لو تو یہ یقین رکھو کہ عذاب قبر نہیں ہو گا۔ یہ دونوں سورتیں عذاب قبر سے بچانے والی ہیں۔ سورۂ تبارک الذی کا نام ہی احادیث میں سورۂ مُنْجِیَۃٌ آیا ہے۔ مُنْجِیَۃٌ کے معنی ہیں بچانے والی اور بھائی ہمارا یہ یقین ہے اور ایمان ہے جو عذاب قبر سے بچ گیا وہ آخرت کی ساری منزلوں کو گزار گیا' وہ جہنم کے عذاب سے بھی بچ گیا۔ کیونکہ پہلی منزل یہی ہے اگر یہ کراس ہوگئی صحیح صحیح آگے معاملہ درست اور اگر یہاں پھنس گئے تو آگے معاملہ بڑا ہی خراب ہے۔

حضرت عثمانؓ کا واقعہ

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا واقعہ تو بڑا مشہور ہے۔ مشکوۃ[1] شریف میں لکھا ہے کہ جب کسی قبر سے گزر ہوتا تو وہاں پر ٹھہر کر اتنا روتے اتنا روتے کہ ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی' لوگ کہتے کہ حضرت آپ جنت جہنم کے تذکرہ پر اتنا نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر اتنا روتے ہیں آپ' تو یہی فرمایا

---

[1] ترمذی، ابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ ص: ۲۶

کہ بھائی یہ آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے اگر یہاں سے گزر ہو گیا آسانی سے تو آخرت کی ساری منزلیں آسان اگر یہاں پھنس گئے تو آخرت کی ساری منزلیں خراب۔ عذاب قبر اتنا خطرناک ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ خود پناہ مانگتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ [1] 'اے اللہ کفر سے بچانا' اے اللہ کفر سے بچانا' بھائی کفر سے بچنے کی دعا بھی مانگنی چاہیے۔ آپ کو پتہ ہے آج کل ایمان کے ڈاکو پھر رہے ہیں۔ ایمان کے خریدار پھر رہے ہیں ذرا سی دولت پر کافر بنا رہے ہیں یہ بات تو میں آپ کو کئی دفعہ بتا چکا ہوں' کوئی زکوٰۃ سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو شیعہ لکھوا دیتا ہے اور کوئی جرمن یا جاپان جانے کے لیے اپنے آپ کو احمدی' مرزائی لکھوا دیتا ہے۔ یاد رکھیے بقائمی ہوش و حواس جو یہ لکھوا دے گا اس کا ایمان رخصت ہو جائے گا۔ کبھی بھولے سے بھی ایسی حرکت نہ کرنا جاپان جانا نہیں ہوتا جہنم میں جائے' اپنا ایمان کیوں چھوڑیں' کیا ہم احمدی بننے کے لیے رہ گئے ہیں۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کفر سے پناہ چاہتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ 'اے اللہ کفر سے بچا اور دیکھو کفر کے لیے آدمی کا بکنا کوئی مشکل نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا [2] یہ جو محتاجگی ہے یہ ایسی بری بیماری ہے کہ آدمی کو کافر بنا کے چھوڑتی ہے۔ یہ جو یہود و نصاریٰ کے ادارے ہیں یونیسف ہے، یونیسکو ہے اور دوسرے ادارے ہیں، یہ ایمان خرید رہے ہیں لوگوں کا۔ اور ان کو عیسائی بنا رہے ہیں۔ اسی بنیاد پر کہ وہ غریب ہیں۔ ان کو

---

[1] ترمذی، نسائی، مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۲۱۸ ، [2] شعب الایمان للبیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۴۳۹

جھانسا دیتے ہیں کہ گھر بنا کے دیں گے، ہم تم کو تعلیم دلائیں گے، ہم تم کو باہر کے ملک میں ملازمتیں دلائیں گے۔ وہ بیچارے کہتے ہیں کہ ان سے اچھا کون ہوگا؟ اُن سے اچھا کون ہوگا جو ہم کو دو وقت کھانے کو دے رہے ہیں وہ انہی کا مذہب اپنا لیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا قریب ہے کہ یہ فقر انسان کو کفر کی سٹیج پر پہنچا دے تو حضور علیہ السلام کفر سے پناہ مانگتے تھے۔ فقر و فاقہ سے پناہ مانگتے تھے اور ایسے ہی عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے تو قرآن کی تلاوت کی برکت سے ہمیں عذاب قبر سے نجات مل رہی ہے تو بھائی یہ سودا جو ہے گھاٹے والا ہے یا نفع والا؟

سورۂ تبارک الذی کا پڑھنا کوئی مشکل ہے۔ آسان ہے۔ اللہ ہمیں توفیق دے اگر قرآن یاد نہیں ہے تو چھوٹی چند سورتیں تو یاد کر لینی چاہئیں۔ سورۂ تبارک الذی یاد کر لیں رات کو سونے سے پہلے پڑھا کریں۔ اللہ ہم سب کو توفیق دے۔

تلاوت قرآن کی برکت سے معاشی مسائل کا حل

اور دیکھیے اللہ تعالیٰ اور کیا دے رہے ہیں۔ قیمت میں؟ ہمارے معاشی مسائل حل کر رہے ہیں۔ ابھی آپ کو بتایا ہے کہ فقر و فاقہ بہت بڑا مسئلہ ہے ہر شخص اس سے ڈرتا ہے اور ہماری سب کی جدوجہد اسی کے لیے ہے کہ ہمارے پاس اتنا ہو کہ کل کھانے کے لیے کچھ رہے کہیں ہمیں فقر و فاقہ نہ آ جائے ہم فقر و فاقہ سے بہت ڈرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ڈرنے کی چیز نہیں ہے پہلے زمانے کے اولیاء کرام تو اختیاری طور پر فاقہ کیا کرتے تھے۔ ہم نے

یہ پڑھا ہے کتابوں میں کہ جب تزکیہ کے لیے جاتے تھے صوفیاء کے پاس تو صوفیاء چالیس چالیس دن کا روزہ رکھواتے تھے۔ کہیں پڑھا ہے آپ نے کہ نہیں؟ نہیں پڑھا ہوگا۔ ایسی چیز پڑھنی بھی نہیں چاہیے۔ پریشانی ہوتی ہے چالیس دن کا روزہ رکھیں گے کیسے بھائی؟ جو کسی مقصد کو لے کر نکلتا ہے وہ اس مقصد کے حصول میں ہر وادی کو پار کرلیتا ہے۔ تو اس زمانہ میں یہ ہوتا تھا کہ فاقہ کرایا جاتا تھا اختیاری فقر و اختیاری فاقہ اولیاء کرام کے یہاں معمول تھا تو یہ چیز تو اچھی ہے لیکن ہم لوگ اپنی کمزوری کی وجہ سے ڈرتے ہیں اپنی کمزوری کی وجہ سے کیا کرتے ہیں؟ ڈرتے ہیں۔

سورۂ واقعہ کی فضیلت

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے اس ڈر کو بھانپتے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر رات کو تم سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرو گے تو تمہیں زندگی بھر فاقے کی نوبت نہیں آئے گی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادیوں کو یہ سورۃ زبانی یاد کرائی تھی اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۂ واقعہ پڑھ لیتا ہے اسے کبھی بھی فاقہ کی نوبت نہیں آتی[1]۔ تو قرآن مجید ہم کو کس سے بچا رہا ہے؟ فاقہ سے بچا رہا ہے۔ قرآن ہمیں عذاب قبر سے بچا رہا ہے۔ قرآن ہمارے دلوں کے روگ دور کر رہا ہے۔ قرآن ہماری جسمانی بیماریوں کو دور کر رہا ہے۔ قرآن ہمیں شفاعت کا حق دے رہا ہے اور قرآن ہمیں بتیس لاکھ سے زیادہ نیکیاں دے رہا ہے تو بھائی یہ قرآن کی تجارت سستی ہے یا مہنگی؟ تو اس تجارت کو کرنا چاہیے یا نہیں؟ منہ سے تو ہم کہتے ہیں کہ کرنا

---

[1] شعب الایمان للبیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۱۸۹

چاہیے لیکن کتنوں کے بچے قرآن پڑھ رہے ہیں؟ کیوں جی! اور کتنے بھائی ہیں جو روزانہ قرآن پڑھتے ہیں بس اگر ہم پوچھیں تو اب شرمندہ' قرآن مجید تو بہت بڑی دولت ہے بہت بڑی دولت' اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے پڑھنے کی توفیق دے' ہمارے اکابر بہت قرآن پڑھتے تھے' اب وقت بہت زیادہ ہو گیا اور ابھی ہمارا پہلا سٹیپ ہی پورا نہیں ہوا۔ اللہ نے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ' جو لوگ کتاب اللہ کو پڑھتے ہیں پہلی چیز کتاب اللہ کی تلاوت ہوئی۔

دوسری چیز اقامتِ صلوٰۃ:

دوسری چیز ہے اقامتِ صلوٰۃ نماز کو قائم کرنا' اللہ فرما رہے ہیں کہ جو نماز کو قائم کرتا ہے وہ ہم سے ایسی تجارت کر رہا ہے جس میں کسی بھی نقصان کا خطرہ نہیں ہے۔ جس میں کسی گھاٹے کا خدشہ نہیں ہے۔ ظاہر بات ہے کہ نماز عمل ہی ایسا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد بدنی عبادات میں سب سے اہم ترین عبادت نماز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اہمیت کے پیشِ نظر حضور علیہ السلام کو نماز کا تحفہ دینے کے لیے اوپر بلایا تھا۔ حضور علیہ السلام عرش پر تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ نے وہاں تحفہ دیا آپ کو نماز کا' تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز اہم ترین تحفہ ہے جو اللہ کی طرف سے اس امت کو ملا ہوا ہے۔

دن و رات میں پانچ نمازیں پڑھ لینے پر جنت کا وعدہ

اور پھر اللہ نے اس تحفہ کی قدر دانی کرنے پر ہم سے بہت بڑا وعدہ کیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دن و رات میں پانچوں نمازوں کو اُن کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے گا میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں بھیج دوں گا اور

جو ان نمازوں کا اہتمام نہیں کرے گا اس کی مجھ پر کوئی ذمہ داری نہیں[1]۔

صرف دن ورات میں پانچ نمازیں پڑھ لینے پر اللہ تعالیٰ ہم سے یہ وعدہ کر رہے ہیں۔ اچھا اللہ جو وعدہ کریں گے اس کی خلاف ورزی کریں گے؟ نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ انہوں نے خود ہی کہہ دیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادُ' اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتے' یہ تو بندے ہی کیا کرتے ہیں۔ اللہ نہیں کرتے۔ ہم لوگوں کے اندر یہ گھسا ہوا ہے کہ وعدہ تو کر لیتے ہیں پورا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ جو وعدہ کرلیں وہ پورا ہی کرتے ہیں ان کی شان سے ہی بعید ہے کہ وہ وعدہ کریں اور پورا نہ کریں جب انہوں نے یہ وعدہ کرلیا کہ میں اپنی ذمہ داری پر پانچ نمازیں پڑھنے والے کو جنت میں بھیج دوں گا تو بتائیے نماز معمولی چیز ہوئی؟ بہت بڑی چیز ہوئی۔

نماز حضور ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ[2] کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک کس میں ہے؟ نماز میں۔

نماز مومن کی معراج ہے

صوفیاء کے کلام میں آتا ہے اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ نماز مومنین کی معراج ہے۔ یعنی بلندیوں پر چڑھنے کا ذریعہ ہے۔ معراج عربی میں کہتے ہیں سیڑھی کو' گویا جو نماز پڑھ رہا ہے وہ بلندیوں پر چڑھنے لگا ہے۔

---

[1] ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ بحوالہ فضائل نماز، ص:۲۰ ، [2] مسند احمد، نسائی بحوالہ مشکوۃ ص:۴۴۹

بہیمیت سے ملکیت کی طرف، بُعد سے قُربِ خداوندی کی طرف، مادیت سے تجرد کی طرف، غیوبت سے حضور کی طرف بڑھنے لگا ہے۔ نماز سب سے پہلا عمل ہے کہ اس کو کر کے آدمی آگے بڑھتا ہے جو نماز پڑھتا ہے وہ روزے بھی رکھ لیتا ہے۔ جو بے نمازی ہے اُسے روزے رکھنے بہت دشوار ہیں اور جو نماز پڑھتا ہے وہ زکوٰۃ دینے کی بھی سوچتا ہے جو نماز پڑھتا ہے اسے حج کا بھی شوق ہوتا ہے جو نماز پڑھتا ہے وہ دیگر عبادات کا بھی اہتمام کرتا ہے اور گناہوں سے بھی بچتا ہے اور جو نماز نہیں پڑھتا اس کے لیے کوئی نیکی نہیں ہے اور اس کا کوئی رجحان نیکیوں کی طرف نہیں ہے تو گویا یہ نماز سیڑھی ہے اعمال کے کرنے کی اور اعمال کی طرف لگنے کی تو گویا جو نماز پڑھے گا وہ دیگر اعمال کی طرف لگ جائے گا اس لیے اس کو فرمایا گیا۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ، نماز کیا ہے؟ مومنین کی معراج ہے۔

نماز کیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے حدیث میں آتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ السلام فرماتے تھے جب بھی نماز کا ٹائم ہوتا قُمْ یَا بِلَالُ اَرِحْنِیْ بِالصَّلٰوۃِ بلال اٹھو اور ہمیں نماز کے ذریعہ راحت اور آرام پہنچاؤ، حضور یہ فرمایا کرتے تھے قُمْ یَا بِلَالُ اَرِحْنِیْ بِالصَّلٰوۃ، نماز کی اطلاع دے کر ہم کو کیا کرو؟ آرام پہنچاؤ تو حضور علیہ السلام کو نماز پڑھ کر آرام ملتا تھا اور ہمیں نماز پڑھ کر تھکاوٹ ہوتی ہے، وجہ کیا ہے؟ نماز سے ہمارا تعلق واجبی سا ہے مصیبت سمجھ کر پڑھتے ہیں اور جو لوگ اس کو اللہ تعالیٰ کی اہم ترین عبادت سمجھ کر پڑھتے ہیں ان کی حالت یہی ہوتی ہے کہ ان کو راحت اور آرام ملتا ہے۔ بڑے بڑے نمازی دنیا میں گزرے ہیں۔

حضرت ثابت بُنانیؒ کی نماز

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد تھے حضرت ثابت بُنانی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے زمانے میں ان کی نماز مشہور تھی، بہت زیادہ ان کو نماز کا شوق تھا اور انہوں نے اللہ سے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہو سکتی ہے تو مجھے دے دیجیے۔ اللہ نے ان کی دعا قبول کی تاریخ میں لکھا ہے کہ ان کو جب دفنا دیا گیا تو عرصے کے بعد ان کے ساتھ ہی ایک قبر بنی' اتفاق سے ایک اینٹ کھل گئی ان کی قبر کی تو لوگوں نے یہ حیران کن منظر دیکھا کہ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ رہے ہیں قبر کے اندر۔

حضرت مجدد صاحبؒ کے خلیفہ کی آہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ مولانا عبدالواحد لاہوریؒ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ جنت میں نماز نہ ہوگی، کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنت میں نماز کیوں ہو؟ وہ تو اَعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی، اُس پر ایک آہ کھینچی اور رونے لگے اور فرمایا کہ بغیر نماز کے جنت میں کیوں کر گزرے گی؟

حضرت حاجی صاحبؒ کی چاہت

شیخ المشائخ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

> ''اگر قیامت کے دن حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ تو میں عرض کروں گا کہ حضرت نہ مجھے حور و قصور کی ضرورت ہے نہ طعام و شراب کی، مجھے تو عرش کے

نیچے صرف ڈیڑھ گز مصلّے کی جگہ عطا فرما دیجیے، کہ ہر وقت
آپ کے سامنے نماز پڑھتا رہوں[۱]۔"

یہ ہمارے اَسلاف ہیں جن کا نماز سے یہ تعلق ہے اور اُنھیں اِس قدر نماز کی رغبت ہے کہ جنت ملے نہ ملے، نماز مل جائے۔

حدیث میں آتا ہے کہ انسان سجدے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے انتہائی قریب ہو جاتا ہے۔ اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِن رَّبِّہٖ وَ ھُوَ سَاجِدٌ[۱] یعنی سجدے کی حالت میں انسان اللہ کے انتہائی قریب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی اہمیت اس نماز میں رکھی ہے جبھی تو اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ جو نماز پڑھے گا میں اسے جنت میں بھیج دوں گا۔ تو بھائی نماز پڑھ کر اگر ہمیں اس کی قیمت مل جائے تو یہ گھاٹے والی تجارت ہے یا نفع والی؟ اور جنت کوئی معمولی جگہ تو نہیں ہے اگر جنت کا ہی بیان شروع کر دیں تو گھنٹوں اس کے لیے چاہئیں ،اب لگ رہا ہے کہ آپ تھک چکے ہیں اس لیے باتیں اب مختصر ہی سہی ،تو دوسری چیز کیا ہے؟ نماز' پہلی چیز کیا تھی؟ قرآن کی تلاوت' دوسری چیز؟ نماز۔

تیسری چیز انفاق فی سبیل اللہ

اور تیسری چیز کیا ہے؟ چھپے اور کھلے بندوں اللہ کے رستے میں خرچ کرنا وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ' جو لوگ ہمارے دیے ہوئے میں سے خرچتے ہیں' علانیہ بھی اور چھپ کر بھی' اللہ فرما رہے ہیں کہ وہ ایسی تجارت کر رہے ہیں کہ جس میں کسی قسم کے گھاٹے کا اندیشہ نہیں ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ یہ بھی بہت اہم عبادت ہے۔

---

[۱] شان رسالت ص:۱۸ طبع: ادارہ اسلامیات ،لاہور

عبادتیں دو طرح کی ہیں

دیکھو عبادتیں دو طرح کی ہیں ایک عبادت بدنی' جسمانی اس میں اہم ترین کیا ہے؟ نماز اور ایک مالی عبادت ہے' مالی عبادت میں اہم ترین عبادت اللہ کے رستے میں خرچ کرنا ہے۔ اب خرچ کرنا یہ زکوٰۃ کی صورت میں تو فرض ہے اور صدقات وخیرات کی صورت میں نفلی درجہ ہے تو نفلی طور پر خرچ کرنا بھی ہے اور فرض کے طور پر خرچ کرنا بھی ہے۔ دونوں طرح خرچ کرنا اللہ کے رستے میں قابل قبول ہے۔

زکوٰۃ سے اموال کی حفاظت ہوتی ہے

حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد حدیثوں میں آتا ہے۔ آپ نے فرمایا حَصِّنُوْا اَمْوَالَکُمْ بِالزَّکٰوۃِ' لوگو! زکوٰۃ دے کر اپنے مالوں کو محفوظ بنا لو ،زکوٰۃ دے کر اپنے مالوں کو محفوظ کر لو، گویا زکوٰۃ دے دو گے تو اموال محفوظ ہو جائیں گے اور یہ تجربہ کی بات ہے' اللہ کی طرف سے آزمائش ہو تو ہو ورنہ ڈاکوؤں کو یہ پاکیزہ مال نظر نہیں آتا۔ وہ اندھے ہو جاتے ہیں اللہ بچا لیتے ہیں' آگ لگ جائے ساری چیزیں جل جاتی ہیں لیکن اللہ اسے بچا لیتے ہیں تو حضور نے جو فرمایا وہ غلط تو نہیں ہو سکتا۔ آپ فرما رہے ہیں کہ زکوٰۃ دے کر اپنے مالوں کی حفاظت کر لو۔ حَصِّنُوْا اَمْوَالَکُمْ بِالزَّکٰوۃِ

صدقہ بیماریوں کی دوا ہے

اور آگے آپ نے یہ فرمایا ''وَدَاوُوْا مَرْضَاکُمْ بِالصَّدَقَۃِ'' ارے بیماروں کی دوا صدقہ سے کر لو۔ اپنے بیماروں کی دوا صدقہ سے کر لو'

صدقہ شفاء امراض ہے، ہم لوگ تو دوائیاں کرتے ہیں ناں، حکیموں کی دوائی یا ڈاکٹر کی، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ کے رستے میں کچھ صدقہ وخیرات کردو اس صدقہ وخیرات سے تمہاری بیماریاں دور ہوں گی۔ اللہ تم کو شفا بخشیں گے اور ایسا ہوتا ہے، تو حضور نے جو فرمایا وہ بالکل صحیح ہے اور آگے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ فرمایا۔ وَاَعِدُّوْا لِلْبَلَآءِ الدُّعَاءَ[1] کہ تم اپنے دشمنوں اور بلاؤں کے دفعیہ کے لیے اللہ کے حضور میں دعاؤں کا ہتھیار تیار کرلو۔ اگر تمہیں دشمن ستاتے ہیں۔ بلائیں پریشان کرتی ہیں تو اللہ کے حضور میں دعا کرو، دعاؤں سے تمہارے دشمن تم سے دور ہوں گے۔ بلائیں ٹلیں گی۔ زکوۃ سے مالوں کی حفاظت ہوگی اور صدقات سے بیماروں کو شفا ہوگی اور دعا سے دشمنوں اور بلاؤں سے نجات ملے گی۔

صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے برائیوں کے ستر دروازے بند کرنے کی تاثیر رکھی ہے۔ حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اَلصَّدَقَةُ تَسُدُّ سَبْعِيْنَ بَابًا مِّنَ السُّوْءِ[2] صدقہ میں اتنا وزن ہے اتنا وزن ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اِتَّقُوا النَّارَ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ[3] جہنم کی آگ سے بچ جاؤ اور اس کے بچنے میں ایک کھجور کے ٹکڑے کو بھی دخل ہے اگر کھجور کا ایک ٹکڑا بھی اللہ کی رضا کے لیے دے دیا تو اس میں اتنی طاقت ہے کہ وہ تم کو جہنم کی آگ سے بچا لے گا۔ اِتَّقُوا النَّارَ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فرمایا: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَتِرَ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ[4] تم میں سے

[1] مجمع الزوائد جلد:۳،ص:۶۳ ، [2] الترغیب والترہیب جلد:۲،ص:۱۱،

[3] ایضا جلد:۲،ص:۶ ، [4] ایضا ص:۶

جو شخص دوزخ سے بچنے کی استطاعت رکھتا ہو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے دینے کے برابر ہی استطاعت کیوں نہ ہو اسے چاہیے کہ وہ کھجور کا ٹکڑا دے کر دوزخ سے بچ جائے ،ایک موقع پر آپ نے فرمایا: بَادِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا[۱] صدقہ دیا کرو کیونکہ بلائیں صدقہ سے تجاوز نہیں کرتیں۔

ایک حدیث سنا کر بات کو ختم کرتا ہوں' حدیث بہت اہم ہے۔

سب سے زیادہ سخت چیز؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے زمین کو بنایا' یہ زمین پانی پر بنی اور پانی پر کوئی چیز آپ رکھیں گے تو ظاہر بات ہے کہ وہ ہلے گی۔ زمین بھی ہلتی تھی' اللہ تعالیٰ نے اس کی حرکت کو روکنے کے لیے پہاڑ بنائے' بڑے بڑے پہاڑ زمین پر بنائے تاکہ زمین ہلے نہیں کیونکہ اگر یہ ہلے گی تو انسانی آبادی اس پر قائم نہیں رہ سکے گی۔ اللہ نے یہ احسان فرمایا' اگر یہ ہلتی رہتی تو ہم یہاں پر کبھی بھی صحیح معنی میں زندگی نہ گزار سکتے' فرشتے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ پہاڑ اتنے سخت ہیں کہ ہلتی ہوئی زمین کو روک لیا تو فرشتے اللہ سے پوچھنے لگے يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ' اللہ میاں کیا پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت کوئی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نَعَمْ الْحَدِيْدُ' پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت چیز ہے اور وہ ہے لوہا'

صحیح ہے لوہے سے ہتھوڑے بنایئے اور پہاڑوں کو توڑ ڈالیے' تو زیادہ طاقتور چیز کون سی ہوئی لوہا ہوا' فرشتوں نے پھر پوچھا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْحَدِيْدِ' اللہ میاں کیا آپ کی مخلوق میں لوہے سے بھی زیادہ

[۱] مشکوٰۃ ص: ۱۶۷

سخت کوئی چیز ہے؟ اللہ نے فرمایا نَعَمْ اَلنَّارُ' آگ ہے لوہے سے بھی زیادہ سخت چیز۔

صحیح ہے بھڑکتی ہوئی آگ میں لوہے کو ڈال دیجیے کتنا ہی فولاد کیوں نہ ہو گل جائے گا پگھل جائے گا بہنے لگے گا' تو آگ لوہے سے بھی زیادہ سخت ہوئی' فرشتوں نے پھر پوچھا یَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْئٌ اَشَدُّ مِنَ النَّارِ' کیا آپ کی مخلوق میں آگ سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ نَعَمْ اَلْمَآءُ' ہاں آگ سے بھی بڑھ کر چیز ہے اور وہ ہے پانی۔

پانی آگ کو بجھا دیتا ہے کتنی ہی تیز آگ کیوں نہ ہو پانی ڈال دیجئے بجھ جائے گی۔ فرشتوں نے پھر پوچھا یَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْئٌ اَشَدُّ مِنَ الْمَآءِ' یا اللہ کیا پانی سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نَعَمْ اَلرِّيْحُ' ہاں وہ ہے ہوا۔

ہوا کیا کرتی ہے پانی خشک کر دیتی ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ طاقتور ہوئی تو اب چلیے نیچے سے آپ' سب سے زیادہ پہاڑ تھے مضبوط' اس کے بعد لوہا' اس سے زیادہ آگ' اس سے زیادہ پانی' اس سے زیادہ ہوا' ہوا بہت سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کا تذکرہ کیا ہے۔ ہوا آرام پہنچانے پر آئے تو اس سے اچھا ایئر کنڈیشنر کوئی نہیں ہے اور اگر یہی ہوا عذاب الٰہی کی شکل میں آ جائے تو اس سے بڑا قہر کوئی نہیں ہے۔ قوم عاد جو برباد ہوئی تھی آپ نے اگر پڑھا ہو تو وہ اسی ہوا سے ہلاک ہوئی تھی قوم عاد کے جو لوگ تھے وہ بڑے بڑے قد آور لوگ تھے کھجور کے تنوں کی مانند ان کے جسم تھے قدامت تھی' اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا بھیج کر انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا تھا' تو ہوا ایسی زبردست چیز ہے

فرشتوں نے پھر پوچھا یَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْئٌ اَشَدُّ مِنَ الرِّيْحِ' یا اللہ کیا آپ کی مخلوق میں اور کوئی ایسی چیز ہے جو ہوا سے بھی زیادہ سخت ہو؟ گویا اتنے درجے گزار کر آخر میں ہوا آئی ہے وہ پوچھ رہے ہیں کہ ہوا سے بھی زیادہ سخت چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نَعَمْ اِبْنُ آدَمَ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا مِنْ شِمَالِهٖ[1] ہاں ہوا سے بھی زیادہ سخت چیز ہے اور وہ چیز صدقہ ہے جو دائیں ہاتھ سے دیا جائے اور بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے' اس صدقہ میں یہ طاقت ہے جو طاقت ان میں نہیں ہے اور وہ طاقت صدقہ میں کیا ہے؟۔

صدقہ اللہ کے غضب کو دور کرتا اور بری موت سے بچاتا ہے

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَ تَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ[2] او کما قال ﷺ یہ صدقہ ہے یہ اللہ کے غضب کو دور کرتا ہے صدقہ کیا کرتا ہے؟ اللہ کے غضب کو (دور کرتا ہے) اب ہوا میں یہ طاقت ہے کہ وہ اللہ کے غضب کو دور کرے؟ نہیں ہے' پانی میں ہے؟ نہیں ہے' جتنا مرضی ڈالیے، کس چیز پر ڈالیں گے کہ اللہ کا غضب دور ہو؟ اللہ کا غضب نظر تو نہیں آرہا کہ اس پر پانی ڈالیں اور وہ ٹھنڈا ہو جائے' نہیں، اس سے بھی دور نہیں ہونے کا اور آگ سے کیا واسطہ؟ وہ اس سے بھی دور نہیں ہوگا۔ اسی طرح سے لوہا ہے اس سے بھی نہیں دور ہوسکتا۔ پہاڑوں کا وہاں کیا گزر، اللہ کے غضب کو کوئی چیز اگر ٹھنڈا کرسکتی ہے تو حضور علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ وہ صدقہ ہے' کیا چیز؟ (صدقہ) اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ یہ جو صدقہ ہے یہ اللہ کے غضب کو کیا کردیتا ہے؟ ٹھنڈا کردیتا ہے تو سب سے زیادہ طاقت تو اس

---

۱ ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص:۱۷۰ ، ۲ ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص:۱۶۸

میں ہوئی۔ سب سے زیادہ طاقت کس میں ہوئی؟ صدقہ میں ہوئی اور ایک اہم چیز حضور علیہ السلام نے بتائی وہ یہ بتلائی کہ یہ بری موت مرنے سے بھی بچالیتا ہے وَ تَدْفَعُ مِیْتَةَ السَّوْءِ بری موت مرنے سے بچالیتا ہے اللہ ہم کو پناہ میں رکھے۔ بسا اوقات آدمی ایسی بھیانک موت مرتا ہے کہ دیکھ کر لوگ پریشان ہوجاتے ہیں کوئی حادثہ ہوگیا خطرناک قسم کا، کوئی ڈوب گیا' کوئی آگ میں جل گیا' کوئی اچانک مرگیا' کسی کو ایسی تکلیف پیش آگئی یا ایسی بیماری لگ گئی جس سے بے چین و بدحال ہوگیا، یہ ساری بری موتیں ہیں ناں! صدقہ کی برکت سے اللہ بری موت سے بچالیتے ہیں تو اس میں تو بڑی طاقت ہوئی۔

صدقہ کسے کہتے ہیں؟

لیکن ایک بات ہے ہمیں یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ صدقہ کہتے کسے ہیں؟ ہم نے تو بس یہ سمجھا ہے کہ صدقہ تو ہے کالے بکرے میں یا پھر ہے دیگوں میں' دیگ چڑھا دو یا پھر کالا بکرا دے دو یہ صدقہ ہے' بھئی یہ بات غلط ہے صدقہ بنا ہے صِدْقٌ سے' کس سے بنا ہے صدقہ؟ (صِدْقٌ سے) صِدْقٌ کے معنٰی کیا ہوتے ہیں؟ سچائی کے' دل کی گہرائی اور سچائی سے جو چیز بھی اللہ کی راہ میں آپ دیں گے وہ صدقہ ہے' سمجھ گئے' صدقہ کیا ہوگا؟ دل کی گہرائی سے جذبات ابھر رہے ہیں کہ میں یہ اللہ کے رستے میں دوں جذبات اُبھر رہے ہیں اندر سے کہ میں یہ اللہ کے رستے میں دوں' دے رہا ہے' اب وہ چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہے وہ بھی صدقہ ہے وہ بھی کیا ہے؟ صدقہ ہے۔

ہم گئے سیٹھ صاحب کے پاس مانگنے اور انہوں نے جناب پانچ روپے دیے اور وہ بھی روتے روتے دیئے تو کیا وہ صدقہ ہوگا؟ وہ کوئی صدقہ

نہیں ہے کیوں؟ دل تو چاہ نہیں رہا' دل جب چاہ ہی نہیں رہا دل میں سچائی اور گہرائی نہیں ہے تو وہ صدقہ کہاں ہے' وہ صدقہ کوئی نہیں ہے۔ صدقہ تو وہ ہو گا جو دل کی گہرائیوں سے سے کیا جائے گا اور پھر صدقہ صرف پیسے ہی خرچنے کا نام نہیں ہے' اور صدقہ کھانے پلانے ہی کا نام نہیں۔ حضور ﷺ تو فرماتے ہیں کہ ہر نیکی صدقہ ہے۔ "کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ"[1] بھولے کو رستہ بتا دو یہ بھی صدقہ ہے راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ کسی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو یہ بھی صدقہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے متعدد چیزیں بتلائیں' سبحان اللہ کہہ لو یہ بھی صدقہ ہے۔ الحمد للہ کہہ لو یہ بھی صدقہ ہے حتیٰ کہ آپ نے یہ فرمایا کہ کوئی شخص بیوی کو راضی کرنے کے لیے منہ میں لقمہ دیتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے، کیوں؟ دل چاہ رہا ہے کہ یہ راضی ہو جائے اللہ کی بندی' اس کے منہ میں لقمہ دے رہا ہے۔ دل کی گہرائیوں سے دے رہا ہے تو یہ بھی صدقہ بن گیا۔

اب لوگ جو دیتے ہیں صدقہ وہ ایسی چیز دیتے ہیں کہ الامان والحفیظ میں نے بتایا ناں کہ وہ دیتے ہیں کالا بکرا وہ کالا بکرا بھی ایسا ہوتا ہے، چلو خوبصورت بکرا ہو جس کی قربانی گھر میں کرتے ہیں تو پھر بھی ایک بات ہے قربانی کرتے ہیں تو بکرا لاتے ہیں بڑا چھانٹ کر کیوں؟ وہ گوشت کھانا ہوتا ہے خود' اور جب صدقہ دینا ہوتا ہے تو وہ کھلانا ہوتا ہے درویشوں کو' ان کو کھلانے کے لیے کالا بکرا آتا ہے جس کے جوئیں چل رہی ہوتی ہیں' ناک بہہ رہی ہوتی ہے مر رہا ہوتا ہے۔ ٹھٹھر رہا ہوتا ہے' اس کو پکڑ کر ایک ہاتھ سے لے

---

[1] ترمذی و مسند امام احمد بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۱۶۸

کر آتے ہیں اور اس کو گھر میں بھی نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ جلدی نکالو اور پہنچاتے ہیں درویشوں کو ان کو کھلاتے ہیں جن کے پیچھے نمازیں پڑھنی ہیں۔ جن کا درس سننا ہے اور جن سے دینی مسائل سیکھنے ہیں، بھائی جب وہ ایسا بکرا کھائیں گے تو مسئلہ بھی ایسا ہی بتائیں گے، جیسا بکرا کھلاؤ گے ویسا ہی مسئلہ سنو گے۔

کالا بکرا کہاں سے چلا؟

دیکھو یہ کالا بکرا جو ہے یہ چلا ہے ہندوؤں سے، کیونکہ یہاں کے لوگ ہندوؤں کے ساتھ بہت رہے ہیں یہاں کثرت تھی ہندوؤں کی اور ہندوؤں میں یہ رواج تھا کہ وہ دیوی دیوتاؤں پر کالے بکرے چڑھاتے تھے، مسلمانوں نے اُن سے سیکھ لیا اور کالے بکرے خرید کر اللہ کے نام پر دینے لگے، یہ صدقہ نہیں ہوتا، یقین کیجئے یہ صدقہ نہیں ہوتا۔ اللہ نے فیصلہ فرمادیا، چوتھا سیپارہ پڑھیے۔ ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ'' بڑے تاکیدی کلمات ہیں اللہ فرماتے ہیں کہ ہرگز ہرگز تم کو ثواب نہیں ملے گا۔ ''حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ'' جب تک کہ تم اپنی محبوب ترین چیز ہمارے رستے میں نہیں دو گے، اب اللہ جو کہہ دیں کہ ہرگز ہرگز تم کو ثواب نہیں ملے گا جب تک محبوب ترین چیز نہیں دو گے تو پھر اس کالے بکرے کو دے کر کیا ملے گا؟ کچھ بھی نہیں اور اللہ نے آگے فرمادیا ''وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ'' دیکھو جو کچھ بھی تم خرچ کر رہے ہو ہمیں پتہ ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ اللہ میاں کو پتہ نہیں چل رہا کہ ہم نے یہ دیا ہے۔

اور تیسرے سیپارے میں اللہ نے یہ فرمایا ''وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ'' دیکھو ہمارے رستے میں دینے کے لیے ایسی چیز کا انتخاب نہ کرو کہ اگر کوئی تم کو دے تو ہرگز بھی تم

نہ لو' تو یہ اللہ بتلا رہے ہیں۔ ''وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ'' خبیث کا لفظ لائے ہیں۔ خبیث نہایت گندے کو کہتے ہیں' حضور ﷺ نے فرمایا ''کسی کی ایسی حالت میں نماز کامل نہیں ہوتی کہ جس حالت میں اسے اَخْبَثَیْنِ دھکا دیئے جا رہے ہوں[۱]'' اَخْبَثَیْنِ دو چیزیں بہت بری' اَخْبَثَیْنِ تثنیہ کا صیغہ ہے' اَخْبَثَیْنِ حضور ﷺ نے ایک تو پاخانہ کو کہا اور ایک پیشاب کو کہا کہ یہ دو بہت بری چیزیں ہیں بہت گندی چیزیں ہیں یعنی جب شدت سے ان کا تقاضا ہو تو ایسی صورت میں پہلے ان سے فارغ ہو لے۔ اسی سے خبیث بنا ہے تو خبیث کا معنی کیا ہوگا؟ گندی چیز' اب آپ جو دے رہیں ایسی جس کو آپ خود لینا پسند نہ کریں اللہ اسے کیا کہہ رہے ہیں کہ یہ خبیث ہے' وہ کیا ہے؟ بہت ہی بدترین چیز ہے تو بھائی صدقہ دیتے ہوئے سوچنا چاہیے کہ ہم کیا دے رہے ہیں اور یہ جو میں باتیں بتا رہا ہوں معاف کرنا میں نے کوئی گھڑی تو نہیں' یہ آپ کے سامنے ہو رہی ہیں ناں؟ امر واقعہ یہی ہے اور ہمارے بھائی جو دیگ پکاتے ہیں ان میں دیکھا ہے آپ نے کہ کیا سلوک کرتے ہیں اپنے گھر میں دعوت ہوگی تو مرغی کی دیگ پکے گی اور اللہ و رسول کے لیے دعوت کی دیگ پکائیں گے تو چنوں کی پکے گی۔ یہ کیا امتیاز ہے؟ انصاف ہے کیا؟ خود کھائیں گے تو مرغ تنجن کی دیگ اور اللہ و رسول کے نام پر دیں گے تو چنوں کی دیگ' یہ صدقہ ہے ہمارے یہاں، یہ بن گیا ہے رواج' تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ دل میں سچائی نہیں ہے' دل میں گہرائی نہیں ہے وہ دل سے نہیں دے رہا بلکہ وہ تو بیچارہ ویسے ہی کر رہا ہے' دیکھو جب گھر میں کھلاتا ہے تو دل سے کھلاتا پلاتا ہے اسی لیے وہاں اچھا ہوتا ہے اور ابھی میں نے آپ کو موٹی

---

[۱] مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص:۹۶

مثال دی کہ قربانی کرتے وقت جب جانور لاتا ہے تو دس ہزار کا بکرا کہ سیٹھ صاحب دس ہزار کا بکرا لائے ہیں' بہت شاندار' وہ کیوں آ رہا ہے جی اتنا مہنگا؟ وہ خود کھاتا ہے اس لیے' تو بھائی جو خود پسند کریں وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کریں' حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو[1]۔ ہمارا ایمان کیسا ہے؟

بہرطور بات کہاں سے کہاں چلی گئی پھر میں لپیٹتا ہوں بات کو کہ تیسری چیز کیا ہے' اللہ کے رستے میں خرچ کرنا' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو یہ تین کام کر لے پہلا کام کونسا؟ قرآن کی تلاوت' دوسرا کام کونسا؟ نماز پڑھنا اور تیسرا کام کون سا؟ اللہ کے رستے میں خرچ کرنا' اللہ فرما رہے ہیں کہ جو یہ تین کام کر لے وہ امیدوار رہے ہم سے ایسی تجارت کا کہ جس میں کسی قسم کا گھاٹا نہیں ہوگا اور اللہ بڑے تاکیدی الفاظ سے فرما رہے ہیں۔ ''لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ'' اللہ ان کو ان کی پوری پوری قیمت دے دیں گے' تاکیدی کلمات ہیں ترجمہ پڑھ کر دیکھیے' اس تجارت پر جو قیمت بنتی ہے اللہ وہ پوری پوری دیں گے اور یہی نہیں بلکہ ''وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ'' اپنے فضل و کرم سے مزید بھی دیں گے۔ ''إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ'' اگر کمی کوتاہی رہ گئی تو وہ معاف بھی کر دیں گے۔ اور وہ قدردان بھی بہت ہیں۔ معمولی سا بھی کام کر لو گے تو وہ قدردانی کریں گے' وہ نکالیں گے نہیں اپنے در سے' دھتکاریں گے نہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان تین کاموں کی قدر کریں' ان تین کاموں میں

---

[1] بخاری، مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۴۲۲

پہلا کام کون سا ہے، قرآن کو پڑھنا، تو بھائی اگر کچھ یاد نہیں ہے تو یاد کرلو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ''اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ[1]'' جس کے دل میں ذرا سا بھی قرآن نہیں ہے تو وہ یہ سمجھے کہ وہ اُجڑے ہوئے گھر کی مانند ہے، اُجڑے ہوئے گھر کی مانند ہے جہاں پر جنات اور بھوتوں کا بسیرا ہوتا ہے۔ قرآن کو پڑھیے، قرآن کو یاد کرلیجیے علامہ اقبالؒ نے یہ کہا تھا:

گر تو می خواهی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

مسلمان بن کر جینا چاہتے ہو تو قرآن کو یاد کرو، قرآن کے بغیر مسلمان بن کر جینا ممکن نہیں ہے۔ پہلے قرآن کو پڑھو، خود نہیں پڑھ سکے تو اپنی اولاد میں سے کسی کو لگا دو اس طرف، اب تو اللہ کے فضل و کرم سے ایسے ادارے کھل گئے ہیں جو بہت جلد بغیر وقت کے ضیاع کے بچوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اللہ کا فضل ہے کہ آپ کی اسی مسجد میں آپ کے سامنے ہم نے یہ ادارہ کھولا اللہ نے اس میں اتنی برکت دی اتنی برکت دی کہ خدا کے فضل و کرم سے کہاں تو سات بچے تھے اور اب کہاں سو[2] سے بھی اُوپر ہو چکے ہیں، لوگ لا رہے ہیں آپ بھی بچوں کو لائیں ہم نہیں کہتے کہ آپ انہیں سکول نہ پڑھائیں آپ انہیں کالج میں نہ بھیجیں، بھائی سب کچھ پڑھاؤ، سکھاؤ، لیکن قرآن کو فوقیت دو، قرآن کی برکت ایسی ہے کہ جو بچہ قرآن پڑھ لیتا ہے اس کے لیے باقی علوم پڑھنے آسان ہو جاتے ہیں جو بچہ حافظ ہو جاتا ہے اسے آٹھویں کلاس میں داخلہ دے دیتے ہیں قرآن کی بدولت یہ قرآن کی

---

[1] ترمذی، دارمی۔ بحوالہ مشکوٰۃ ص:۱۸۶، [2] اب (۲۰۱۳ء میں) بچوں کی تعداد تین سو سے متجاوز ہو چکی ہے۔

برکت ہے تو آپ بچوں کو قران پڑھائیں، اللہ نے ہمیں توفیق دی ہم نے اپنے احباب کی معاونت سے یہاں پر کام شروع کیا۔ اللہ نے اس میں برکت دی۔ ہمارے پاس جگہ اتنی تنگ ہو گئی ہے کہ اب بچے سما نہیں سکتے ،الحمد للہ تینوں منزلوں میں پڑھائی ہو رہی ہے۔ یہاں پر بھی اور اوپر کی منزل پر بھی اور اب تو سردیاں ہیں اوپر چھت پر بھی پڑھائی ہو رہی ہے۔

بہر طور میں بتا رہا تھا کہ ایک تو یہ کام کیجیے کہ بچوں کو اس طرف لائیے اس میں آپ کے لیے بڑی ہی راحت ہے بڑا ہی آرام ہے دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی اور دوسرے اپنے نوجوان ساتھیوں سے یہ گزارش ہے کہ خدا کے لیے جہاں بھی ہوں جس حال میں بھی ہوں نماز کو کلیجے سے لگائیے' نماز پڑھا کریں ،آپ نماز پڑھیں گے آپ کی صحت برقرار رہے گی آپ نماز پڑھیں گے زندگی میں برکت ہوگی' آپ نماز پڑھیں گے کاروبار میں برکت ہوگی اور حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد سامنے رکھیں' حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مرتے ہی جس عمل کا سب سے پہلے سوال ہوگا وہ نماز ہے' مرتے ہی فوراً ہمیں نماز کے سوال کا جواب دینا ہے۔ تو بھئی اس سوال میں ہی پھنس گئے تو کیا ہوگا تو بھائی جہاں ہوں جس حال میں بھی ہوں نماز کو نہ چھوڑیں' نماز کو اپنائیں اور دل کے ساتھ خشوع وخضوع سے پڑھیں اور اگر خدانخواستہ قضا ہو گئی تو تہیہ کر لیں کہ رات کو پڑھ کر سوئیں گے کیوں بھئی وعدہ کرتے ہو کہ نہیں؟ دیکھنا آج شب قدر ہے' ستائیسویں شب ہے سچا وعدہ کرتے ہو ناں' اللہ سے کرنا کہ آج کے بعد نماز نہیں چھوڑیں گے کوئی نماز بھی نہیں چھوڑیں گے۔ قضا نہیں ہونے دیں گے اور اگر خدانخواستہ مسجد میں موقع نہیں ہے گھر میں پڑھ لیں، دکان میں پڑھ لیں اور اگر خدانخواستہ قضا ہو گئی تو رات کو پوری کر کے سوئیں گے'

کیوں بھئی سب وعدہ کر رہے ہیں؟ اور اس کے بعد انفاق فی سبیل اللہ' اللہ کے رستے میں بھی خرچنے کا باب ہے اس پر بھی توجہ کیا کریں ایک تو احتیاط اور اہتمام کے ساتھ جو سال کے بعد زکوٰۃ فرض ہوتی ہے وہ دیا کریں حساب کر کے' اللہ نے دیکھو ہم سے مانگا ہی کتنا ہے؟ صرف ڈھائی فیصد سو روپے میں ڈھائی روپے جبکہ بنی اسرائیل میں اللہ نے پچیس فیصد رکھا تھا۔ بنی اسرائیلی جو کماتے تھے سو میں سے پچیس دیتے تھے اور ہم کتنے دے رہے ہیں؟ ڈھائی دے رہے ہیں اور ڈھائی دے کر اللہ ہمیں اجر اتنا دے رہے ہیں جو اُن کے پچیس پر نہیں تھا۔ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر ہمارے رستے میں ایک پیسہ خرچو گے تو ہم تم کو سات سو گنا اجر دیں گے۔ سات سو گنا اجر دیں گے اور اگر اخلاص سے دیا تو پھر اجر کے اضافے کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ اہتمام کے ساتھ زکوٰۃ دینی چاہیے جو زکوٰۃ دیتے ہیں اُن کے اَموال محفوظ رہتے ہیں جو نہیں دیتے ان کے اَموال بھی محفوظ نہیں رہتے اور یہ ہمارے تجربہ میں آ چکا ہے کہ جو اللہ کے مانگنے پر زکوٰۃ نہیں دیتے اللہ ان سے لے لیتے ہیں چھوڑتے نہیں اور یہ پتہ ہے کس طرح لیتے ہیں' لاکھ بیماریاں آ جاتی ہیں، لگی ہوئی ہیں ڈاکٹروں کے یہاں لائنیں' کہیں جناب مقدمہ میں پھنس گئے' کہیں جناب وکیلوں کے چکر لگ رہے ہیں' کہیں چوری ہو گئی' کہیں ڈاکہ پڑ گیا' کہیں کچھ ہو گیا' اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے اللہ کو مانگنے سے نہیں دو گے تو اللہ لے لیں گے۔ اللہ میاں چھوڑیں گے نہیں' لے ضرور لیں گے اللہ' اگر خوش دلی سے دو گے تو اجر ملے گا اور اگر بد دلی سے دو گے تو رونا ملے گا پھر روتے رہیں گے اس لیے اس طرف بھی ہمیں خیال کرنا چاہیے۔ بس اب باتیں بہت ہو گئیں اللہ ہمیں عمل کی اور سمجھ کی توفیق دے۔ (آمین)

تصنیفات وتالیفات

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم

اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک ومدیر صفہ ٹرسٹ لاہور

۱۔ جواہر پارے (۳ جلد)

۲۔ فضیلت کی راتیں

۳۔ شبِ براءت کی فضیلت

۴۔ مسجدِ محلہ میں جماعتِ ثانیہ کا حکم

۵۔ اسلام میں حلال وحرام

۶۔ اَحکام الجنائز

۷۔ نفل نمازوں کے فضائل اور اُن کے پڑھنے کا طریقہ

۸۔ منزل مع اضافاتِ جدیدہ

۹۔ معمولاتِ یومیہ

۱۰۔ چہل اَحادیث

۱۱۔ گلدستۂ اَحادیث

۱۲۔ تصوف اور صوفیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم

۱۳۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ نعمان رحمۃ اللہ علیہ اور قرآن

۱۵۔ جواہرات (۲ حصے)

۱۶۔شکر اور فکر (وعظ)

۱۷۔اخلاص اور اتباع (وعظ)

۱۸۔خلاصۃ القرآن (وعظ)

۱۹۔اللہ سے تجارت کیجیے (وعظ)

۲۰۔باباجی عبدالمعبود کی صدائے بازگشت

۲۱۔فقیہ العراق حضرت حماد بن ابی سلیمان کوفی رحمۃ اللہ علیہ

۲۲۔عالم ربانی محدثِ کبیر حضرت مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ

۲۳۔رَجُلٌ رَّشِیْدٌ

(حضرت مولانا مفتی قاری عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل سوانح حیات)

۲۴۔حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۵۔حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۶۔وکیلِ صحابہ قائدِ اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

۲۷۔بیا بہ مجلسِ نفیسؒ (حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ کی مجالس)

۲۸۔میرے مرشد۔میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ

۲۹۔تحقیق وتخریج بیعت کی شرعی حیثیت

۳۰۔شخصیات وتأثرات

۳۱۔مرزا غلام احمد قادیانی (شخصیت اور کردار)

۳۲۔یزید (شخصیت اور کردار)

۳۳۔تقریظ وتنقید (ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور میں کتب پر تبصرہ جات)

۳۴۔متعدد کتب پر وقیع مقدمات

علمی ○ ادبی ○ تاریخی

جواہر پارے

مولانا نعیم الدین
فاضل جامعہ مدنیہ، لاہور

○

مکتبہ قاسمیہ
۱۷- اردو بازار، لاہور

فضیلت کی راتیں

فضائل و مسائل

تألیف

مولانا نعیم الدین
فاضل جامعہ مدنیہ، لاہور

مکتبہ قاسمیہ
۱۷- اردو بازار ○ لاہور

لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کا کثرت سے تذکرہ کیا کرو۔ الحدیث

میّت کے غسل اور کفن دفن کا مسنون طریقہ

احکام الجنائز

تالیف

مولانا نعیم الدین

فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

مکتبہ قاسمیہ

الفضل مارکیٹ ۔ اردو بازار لاہور

Ph: 042-3723253 ،6,0321-4220554

E-Mail: maktaba asmia@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منزل

طاہر

مع

اضافاتِ جدیدہ

ترتیب

مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم

استاذ الحدیث | جامعہ مدنیہ لاہور

صُفّہ ٹرسٹ

محمود سٹریٹ موہنی روڈ

لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معمولاتِ یومیہ

مع

بارہ سورتیں

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم

استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ

و مدیر صفہ ٹرسٹ محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور

صفہ ٹرسٹ لاہور

3 محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور

PH: 7112492

مکتبہ قاسمیہ
الفضل مارکیٹ ۱۷- اُردو بازار لاہور
Ph: 042-37232535-6, 0321-4220554
E.mail: maktaba_qasmia@hotmail.com

Waseem Graphics, 0333-4165728